مکتبہ الفہیم مئوناتھ بھنجن کی نئی مطبوعات

جمعہ کے احکام وفضائل	نیاز احمد طیب پوری	75/-
آداب زواج	مولانا محمد الاعظمی	75/-
ایمان وعمل	مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری	170/-
اتباع سنت کی اسلامی دعوت	علامہ نواب صدیق حسن خاں	98/-
تحفۃ الخطیب	مولانا محمد فاروق فیضی	45/-
آسان عربی گرامر	مکمل ۳رحصے	120/-

دارالعلوم دیوبند، جامعہ سلفیہ بنارس، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور جامعۃ الفلاح بلریاگنج کے نصاب پر مشتمل کتابیں اور ان کی شروحات کے علاوہ ہر قسم کی دینی اور علمی کتب بھی ہم سے طلب کریں۔

Maktaba Al-Faheem
1st Floor Raihan Market Dhobia Imli Road
Sadar Chowk Maunath Bhanjan (U.P.) 275101
Ph: 0547-2222013 (S) 2520197 (R) Mob.9889123129/9236761926

مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی
پہلی منزل ریحان مارکیٹ، صدر چوک، مئوناتھ بھنجن، مئو (یوپی) ۲۷۵۱۰۱

’’اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔‘‘ (قرآن)

سہ روزہ دعوت نئی دہلی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باپ کی رضا کے ساتھ خداوند عالم کی خوشنودی وابستہ ہے اور باپ کے غصے کی وجہ سے خدا تعالیٰ بھی ناراض ہوجاتا ہے۔ (ترمذی شریف)

UNIQUE CREATIONS
Specialist in Unipole & Structure Hordings
#4, Building No.29/35, 1st Main, Opp. Masjid-e-Husna, S.R.K. Garden, Jayanagar East, Bangalore-41
E-mail: uniquecreations2008@gmail.com

● جلد: ۵۷ ● شمارہ: ۲۰ ● ۲۸رفروری ۲۰۰۹ء ● 28 Feb. 2009 ● ہفتہ ● ۲ربیع الاول ۱۴۳۰ھ ● قیمت=/Rs.5 ● سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۲رریال ● Posting: 26 Feb. 2009 Thursday

مشرق وسطیٰ میں امن کے قیام میں حائل اصل مشکل

امریکی صدر بارک حسین اوباما نے اپنی خارجہ پالیسی کی جو ترجیحات طے کی ہیں ان میں مشرق وسطیٰ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اس کے لیے ایک خصوصی ایلچی مقرر کیا اور عہدے کا چارج سنبھالتے ہی اسے مشرق وسطیٰ اور خاص طور ُمتنازعہ خطے ٗ کے لیے روانہ کیا تاکہ وہ حالات کا تازہ ترین جائزہ لے کر انہیں اس سے آگاہ کرے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی خواہش یہ ہے کہ مشرق وسطیٰ میں جلد از جلد امن قائم کیا جائے۔ اسرائیل-فلسطین تنازعہ کو حل کیا جائے، انہوں نے اپنی تقریروں میں جہاں یہ بات کہی ہے کہ وہ اسرائیل کے وجود کی ضمانت دیتے ہیں یعنی وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اسرائیل کا ایک وجود ہے۔ اسے اپنے اس وجود کے تحفظ کا پورا پورا حق حاصل ہے اس پر آنچ نہیں آنی چاہیے اور جو لوگ بھی اس کو چیلنج کریں گے اس کا مقابلہ کیا جائے گا اور ایسے عناصر کو نہ صرف منہ توڑ جواب دیا جائے گا بلکہ بالکل خاموش کردیا جائے گا ان کو اس سے بھی اتفاق ہے کہ اسرائیل کو اپنے تحفظ کا خود بھی نظم کرنے کا حق حاصل ہے اور یہ عالمی برادری کی ذمہ داری بھی ہے کہ اس کے تحفظ کا انتظام کرے اور اگر اس کو کہیں سے کوئی خطرہ لاحق ہو تو وہ اس کو دور کرنے کے لیے ضروری قدم بھی اٹھا سکتا ہے۔ وہیں انہیں فلسطینیوں کے حق کا بھی خیال ہے وہ انہیں بھی ان کا حق دلانا چاہتے ہیں، ان کو امریکہ کی دو ریاستوں کی پالیسی سے اتفاق ہے۔ یعنی اس خطہ میں اگر اسرائیل کے وجود کو تسلیم کیا جانا چاہیے۔ وہیں فلسطینی ریاست کو بھی وجود میں آنا چاہیے، اسرائیل کے ساتھ جو امن معاہدے ہوئے ہیں اور امن کی جو تجاویز مختلف جوانب سے پیش کی گئی ہیں ان میں بھی فلسطینی ریاست کی تشکیل کو بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ اسے امن کا ضامن قرار دیا گیا ہے، امریکہ کی طرف سے پیش کردہ امن روڈ میپ میں بھی اس کو تسلیم کیا گیا ہے۔

اسرائیل نے غزہ پر حال کے دنوں میں جو جارحیت کی تھی پوری دنیا نے اس کی مخالفت کی ہے، یہاں تک کہ یورپ میں بھی اس کے خلاف اس بار آوازیں اٹھی ہیں۔ اسرائیل کو اس بار پسپائی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اسرائیلی جارحیت کی نہ صرف مذمت کی گئی ہے بلکہ طاقت کے اس بے دریغ استعمال کو جنگی جرائم سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ یورپ میں اب شدت سے یہ محسوس کیا جانے لگا ہے کہ اس مسئلہ کو اب ہمیشہ کے لیے سلجھا لیا جانا چاہیے جس نے گزشتہ ساٹھ برس سے ان کو ضیق میں مبتلا کر رکھا ہے، اس بار خود مغرب اور خاص طور پر یورپ سے یہ آوازیں اٹھنے لگی ہیں کہ اسرائیلی فوجیوں نے ایسی جو کارروائیاں کی ہیں جو جنگی جرائم کی ذیل میں آتی ہے ان کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے بلکہ اس کا نوٹس لیا جانا چاہیے اور جو فوجی اس میں ملوث ہیں ان کے خلاف جنگی جرائم کا مقدمہ چلایا جانا چاہیے، اسرائیل کی جارحیت کے دوران مارے جانے والے غیر حربی شہریوں کے ساتھ زبردست اظہار ہمدردی کا مظاہرہ اس بار کیا گیا اور ہر طرف سے بہ یک زبان یہ کہا گیا کہ بے ضرر راکٹوں کے جواب میں اسرائیل نے جو کارروائی کی ہے وہ نہ صرف بلا جواز ہے بلکہ اس پر جنگی جرائم کا اطلاق ہونا چاہیے، اس نے جس طرح شہری آبادیوں کو نشانہ بنایا ہے اور معصوم بچوں کو نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل کیا ہے وہ ناقابل معافی جرم ہے، اقوام متحدہ کی طرف سے بھی اس کی سخت مذمت کی گئی۔ اور شاید امریکہ نے بھی اس بار خود کو نہایت مجبوری کی حالت میں پایا، اس کا ثبوت سلامتی کونسل سے اسرائیل کی مذمت میں قرارداد کا منظور ہونا ہے، جس کی رائے شماری میں اس بار امریکہ نے حصہ نہیں لیا۔ یہ بہت بڑا واقعہ تھا ورنہ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی سلامتی کونسل میں اسرائیل کے خلاف کوئی کارروائی پیش کی گئی امریکہ نے اس کو ویٹو کیا لیکن اس بار کی کھلی جارحیت کی وہ بھی تائید نہیں کرسکا۔

مشرق وسطیٰ کا یہ مسئلہ فلسطین پچھلے ساٹھ برسوں سے نہ صرف زندہ ہے بلکہ پوری دنیا کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اول روز اس کو جو اہمیت اور حیثیت تھی وہ آج بھی قائم ہے اس میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے کہ روز بروز شدت اختیار کرتا چلا جارہا ہے تو غلط نہ ہوگا۔ اب یہاں کی تصویر تبدیل ہورہی ہے، ساٹھ سال کی دھونس، دھاندلی، ناانصافی، ظلم و جبر کے باوجود فلسطینیوں کی مزاحمت کو دبایا نہیں جاسکا ہے وہ آج بھی زندہ ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ جبر جتنا بڑھتا جارہا ہے مزاحمت کو نئی توانائی مل رہی ہے تو غلط نہیں ہوگا۔ حالات اس کے متقاضی ہیں کہ عالمی برادری اس کا نوٹس لے اور حقائق سے منہ چرانے کی بجائے اس کا سامنا کرے اور ظالم کا ہاتھ پکڑے، اسرائیل کو بار بار جو ہزیمت اٹھانی پڑی ہے اس سے اس کو سابق سیکھنا چاہیے لیکن اسرائیل میں حال ہی میں جو انتخابات ہوئے ہیں اور اب وہاں حکومت سازی کے عمل کی جو تصویر ابھر کر سامنے آئی ہے وہ یہ بتا رہی ہے کہ اس نے حالات سے بالکل سبق نہیں سیکھا ہے وہ اپنی پرانی روش پر آج بھی قائم ہے اور سچ کہا جائے تو مشرق وسطیٰ میں امن کی راہ میں اصل مشکل اس کا رویہ اور پالیسی ہے۔ سابق وزیر اعظم بنجامن نتن یاہو حکومت سازی کی کوشش کررہے ہیں، ان کے نظریات دنیا کو معلوم ہیں، وہ فلسطینیوں کو ان کا حق دینے کے بالکل حق میں نہیں ہیں، ناکہ بندی ختم کرنے کے سوال پر بھی ان کا یہی رویہ ہے، اسی طرح وہ یہودی بستیوں کی تعمیر کو بھی روکنا نہیں چاہتے بلکہ وہ اب بھی طاقت کے استعمال کو ہی اس مسئلہ کا حل سمجھتے ہیں، حالاں کہ پچھلے ساٹھ سال کے دوران اسرائیل نے اس کا تجربہ کرکے دیکھ لیا ہے کہ اس نے اسے ان کی تمناؤں سے بہت دور کردیا اور خوابوں کے شرمندہ تعبیر ہونے کے امکانات کو معدوم تر کردیا ہے۔ اس کے باوجود وہ ہٹ دھرمی ترک کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ عالمی برادری کو اب تو اس کا بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ مشرق وسطیٰ میں قیام امن کی راہ میں حائل اصل رکاوٹ کون ہے؟ ●●

نفرت کی سیاست کا بازار پھر گرم ہونے لگا

ہندوتووادی طاقتوں نے اپنی قدیم روایت کے عین مطابق ایک بار پھر اس حقیقت کا اظہار کردیا ہے کہ ان کے پاس ملک و قوم کی فلاح و بہبود، ترقی اور امن وامان کے لیے کوئی مثبت پروگرام یا لائحہ عمل نہیں ہے اتنا ہی نہیں ان کے پاس ملک وقوم کا بھی کوئی تصور نہیں ہے وہ محض منفی مسائل کھڑے کرکے، خون خرابہ، نفرت انگیزی، اشتعال انگیزی، دہشت گردی، جارحیت، تباہی و بربادی اور لوٹ کھسوٹ کے ہتھکنڈوں سے تقویت حاصل کرتی ہیں اور اکثریتی طبقہ کی قوت کے سہارے انسانیت سوز حرکات کے سہارے دنیا کو بدامنی اور اضطراب سے دوچار کررہی ہیں جیسے جیسے جنرل الیکشن قریب آرہے ہیں بی جے پی سے اختلافات اور شکایات کے اظہار کے باوجود سنگھ پریوار کے گروپ اپنی روش پر شدت و سرگرمی کے ساتھ عمل پیرا ہورہے ہیں۔ وشو ہندو پریشد نے اپنی دھرم رکشا پریشد کی طرف سے 13 مسلم تنظیموں اور اداروں کو خطوط لکھ کر مطالبہ کیا ہے کہ وہ بھارت کو دارالحرب کی جگہ دارالامن قرار دیتے ہوئے فتویٰ جاری کریں۔ یہ خبر شائع کرتے ہوئے انگریزی روزنامہ میل ٹوڈے نے لکھا ہے کہ وشو ہندو پریشد نے اپنے پسندیدہ ترین انتخابی کارڈوں میں سے ایک کارڈ کھیلتے ہوئے یہ خط لکھا ہے اور جہاں بی جے پی ابھی تک اپنے اصل ہندوتووادی ایجنڈے کو اختیار کرنے کا فیصلہ نہیں کرپارہی ہے وشو ہندو پریشد اس کے بچاؤ کے لیے میدان میں آگئی ہے۔ اس طرح وہ الیکشن کے شیڈول کے اعلان سے پہلے ہی الجبرا کو الٹ دینے کی کوشش کررہی ہے۔ وشو ہندو پریشد کے انٹرنیشنل صدر اشوک سنگھل نے کہا ہے ’’ہم توقع کرتے ہیں کہ مسلم تنظیم اور ادارے ہماری اس اپیل کا مثبت انداز میں جواب دیں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جب تک مسلمان مذہب کی بنیاد پر پھیلائے گئے تشدد کی مذمت نہیں کریں گے، دہشت گردی ختم نہیں ہوگی۔ اگر اسلام امن وسلامتی کا دین ہے تو ہم امید کرتے ہیں کہ وہ ان نظریات کی وضاحت کرتے ہوئے ایک فتویٰ جاری کردیں گے۔ وشو ہندو پریشد نے ’’اپیل‘‘ کی ہے کہ چار باتوں پر فتویٰ جاری کیا جائے ہندو کافر نہیں ہیں، بھارت دارالحرب نہیں ہے، یہ دارالامن ہے اور یہ کہ بھارت اور ہندوؤں کے خلاف جہاد نہیں کیا جاسکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح آرین غیر آرین، جین غیر جین، سناتن غیر سناتن کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں اسلام اپنے پیروکاروں اور غیر پیروکاروں کے لیے عربی زبان کے مسلم اور کافر کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ کافر کا مطلب ناشکرا یعنی اللہ کو تسلیم نہ کرنے اور اس کے احکام وتعلیمات پر عمل نہ کرنے والا ہوتا ہے۔ یہ کوئی گالی ہے نہ اس میں کوئی حقارت وتذلیل کا تصور ہے جب کہ ہندو، مسلمانوں کے لیے حقارت کا لفظ، ملیچھ استعمال کرتے ہوئے گالی دیتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جہاں وشو ہندو پریشد کے اشوک سنگھل، پروین توگڑیا، بجرنگ دل کے ونے کٹیار، آر ایس ایس کے سدرشن بی جے پی کے واجپئی، آڈوانی، کلیان سنگھ، اوما بھارتی اور سبرامنیم سوامی دھرم سنسد دھرم رکھشا سمیتی و پریشد وغیرہ کے پڑھے لکھے لوگ مسلم، کافر اور ملیچھ کے معنی و مطلب مفہوم اور فرق کو جانتے و سمجھتے ہیں وہ ہندو عوام کے اندر اپنے پروپیگنڈے کے ذریعے اسلامی اصطلاحات اور عربی و اردو الفاظ کے معنیٰ و مطلب کو توڑ مروڑ کو غلط انداز میں پیش کرتے ہیں اور منفی تاثرات کی اشاعت کرتے ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ لفظ ہندو شالی ہے اس میں حقارت اور برائی کا مفہوم پایا جاتا ہے جو اس خطہ کے لوگوں کے لیے بہت زمانہ پہلے اہل ایران نے استعمال کیا تھا۔ جیسا کہ رادھا کرشن نے اپنی کتاب ’’دی ہندو ویو آف لائف‘‘ میں تسلیم کیا ہے۔ ہندو فارسی زبان کا لفظ ہے۔ ہندوتوادیوں کو اس پر گرو کی بجائے اس کا استعمال ترک کردینا چاہیے

جہاں تک دارالحرب اور دارالامن کا تعلق ہے۔ مسلمانوں نے ہندوستان پر انگریزوں کے سازشانہ، جارحانہ اور غاصبانہ قبضہ کے خلاف جہاد آزادی کا علم بلند کرتے ہوئے اس کو دارالحرب قرار دیا تھا جب کہ اس وقت تک فقہ اسلامی میں دنیا کے لیے دارالاسلام اور دارالحرب کی دو ہی اصطلاحات استعمال ہوئی تھیں لیکن انگریزوں کی غلامی سے آزادی کے بعد کے بھارت کی حیثیت کو متعین کرنے کے لیے علماء اسلام نے اجتہاد کرتے ہوئے ایک نئی اصطلاح دارالامن ایجاد کی تھی اور وہ اس ملک کو دارالامن مانتے ہیں۔ اس بنیاد پر انہوں نے 1947 میں مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کی مخالفت کرتے ہوئے یہاں رہنے کا فیصلہ کیا تھا اور مطالبۂ پاکستان کے برخلاف حق رائے دہی استعمال کیا تھا۔ دارالعلوم دیوبند نے اب سے ایک سال قبل دہشت گردی کے خلاف فتوے دے کر اور جمعیۃ علماء ہند کے دونوں گروپوں اور دوسری مسلم تنظیموں نے دہشت گردی مخالف کانفرنسیں کرکرکے اور بیانات جاری کرکر کے دوقومی نظریہ اور تقسیم ہند جیسے الزامات کی طرح دہشتگردی کا الزام بھی مسلمانوں کے سرتھوپ لیا جس سے آج فسطائی طاقتوں کو اس طرح کی باتیں کرنے کا موقع ملا ہے۔ جب کہ مطالبات یہ ہونے چاہیے تھے کہ ہندوتوادیوں پر پابندی لگائی جائے ہندوتووادی سرگرمیوں کو قابل تعزیر قرار دیا جائے کہ اس ملک میں ہندوتوادی طاقتیں بدامنی پھیلارہی ہیں اور جب تک ان پر قابو نہیں پایا جائے گا ملک میں امن و امان قائم نہیں ہوسکتا۔ پروہت، پرگیا، رام سینا، بجرنگ دل، درگا واہنی، آڈوانی، کلیان سنگھ، سنگھل، توگڑیا، آدتیہ، کٹیار، مودی اور سدرشن وغیرہ ہندوتوواد کی دین ہیں،

باقی صفحہ ۶ پر

بلا تبصرہ

عوام نظریات کے ہیر پھیر کو نہیں جانتے۔ وہ اپنی زندگی کو متاثر کرنے والی باتوں کو بہتر سمجھتے ہیں۔ انہیں اپنے رہن سہن میں آسانی چاہیے۔ عدل و انصاف اور علاج ومعالجے کی سہولیات چاہئیں۔ نیز غنڈہ گردی سے چھٹکارا بھی۔ نظام شریعت ان میں سے کافی شرطوں کو پورا کرتا ہے۔ جس کے سبب اسے عوام کے ایک بڑے طبقے کی تائید و حمایت حاصل ہے۔

پرمود جوشی کے مضمون ’’کب تک چلیں گی کٹرپنتھی آندھیاں‘‘ سے ماخوذ۔
(ہندوستان، ۲۳رفروری ۲۰۰۹ء)

خبر ونظر

ایک دلچسپ مطالبہ

وشو ہندو پریشد چاہتی ہے کہ مسلمانانِ ہند ’’ہندوؤں کو کافر کہنا اور ہندوستان کو دارالحرب سمجھنا چھوڑ دیں اور یہاں جہاد نہ کریں‘‘۔ اس سلسلے میں پریشد کے ذیلی ادارے ’’دھرم رکشا منچ‘‘ نے ملک کی تیرہ مسلم تنظیموں اور اداروں کے نام ایک مکتوب جاری کیا ہے، جس میں ان پر زور دیا گیا ہے کہ ایک ’’فتویٰ‘‘ جاری کرکے بھارت کو ’’دارالامن‘‘ اور اسلام کا دوست قرار دیں اور اعلان کریں کہ یہ دارالحرب نہیں ہے لہٰذا یہاں ہندوؤں کے خلاف جہاد جائز نہیں ہے۔ ۲۲رفروری کو مکتوب جاری کرتے ہوئے پریشد کے عالمی صدر اشوک سنگھل نے کہا کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ’’تشدد اور دہشت گردی کو اسلام کی تائید حاصل ہے۔ اگر اسلام امن کا مذہب ہے تو مسلم علماء کو یہ فتویٰ جاری کردینا چاہیے‘‘۔ ۲۳رفروری کو وشو ہندو پریشد کی اس تازہ شرارت کی خبر دیتے ہوئے انگریزی روزناموں نے بالعموم اس پر تبصرہ بھی کردیا ہے۔ میل ٹوڈے کے رپورٹر نے اس کا محرک یہ بتایا ہے کہ پریشد کا یہ نیا شوشہ سراسر سیاسی ہے اور آئندہ انتخابات میں بی جے پی کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے چھوڑا گیا ہے۔ رپورٹر کے مطابق ’’یہ بحث فرسودہ ہے جو صدیوں پہلے ہوا کرتی تھی نیز پریشد نے ان فتاویٰ اور اعلانات و بیانات کو قطعی نظر انداز کردیا ہے جو تشدد اور دہشت گردی کی مذمت میں مسلم تنظیمیں دیتی رہی ہیں‘‘۔

ایک دوسرے پہلو سے دیکھئے

مکتوب پر تبصرہ تو روزناموں کے رپورٹروں نے پہلے ہی کردیا ہے جس پر مزید تبصرے کی ضرورت نہیں۔ اس حلقے کا کام یہی ہے۔ شرانگیز شوشے چھوڑ کر وقتاً فوقتاً ماحول خراب کرنے کی کوشش یہ لوگ کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے ان کی ہر بات میں الجھنا ضروری نہیں۔ مکتوب کی اشاعت کے بعد علماء اور دانشوروں نے اس کے جواب میں جو کچھ کہہ دیا، کافی ہے۔ تاہم اسے ایک دوسرے پہلو سے دیکھا جاسکتا ہے۔ ملک کے بہت سے دانشوروں اور اہل علم کے دماغوں میں کہیں نہ کہیں یہ خیال جاگزیں ہے کہ تشدد اور خونریزی ہی جہاد ہے جسے ملک کے مسلمان اپنی بقا کے لئے ضروری سمجھتے ہیں نیز یہ کہ اسے اسلام کی توثیق حاصل ہے۔ یہ انتہائی بیہودہ اور احمقانہ خیال ہے جو کسی بھی اہل علم کے دل میں نہیں آنا چاہئے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ آتا ہے اور پھر اسی بنیاد پر سیدھے سادے عوام کو اس خوف میں مبتلا کیا جاتا ہے کہ ’’کافروں کو مارنا مسلمانوں کی مذہبی ذمہ داری ہے۔ وہ اس ملک کو دارالحرب سمجھتے ہیں......‘‘ ظاہر ہے کہ یہ ایک گھناؤنی تحریک اور ابلیسی شرارت ہے۔ لیکن ہم مسلمان اگر چاہیں تو اس شر کو خیر کے لئے استعمال کرسکتے ہیں اور ہمیں ضرور کرنا چاہئے۔

یہ تجسس ایک موقع ہے

وہ اس طرح کہ اسے اسلام کے عقائد اور اس کی تعلیمات کو عام کرنے کا موقع سمجھ کر استعمال کیا جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس طرح کی شرارتیں اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی نیت سے کی جاتی ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ اس پروپگنڈے سے لوگ بالعموم متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی بھی ہوتی ہے جو صحیح صورتحال جاننا چاہتے ہیں۔ ان کے اندر تجسس پیدا ہوتا ہے۔ اس کیفیت میں اگر ان کے دلوں تک پہنچ کر حقائق سے انہیں باخبر کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ خواہ مخواہ غلط خیالات اپنے دلوں میں بٹھائے رکھیں۔ بلکہ ہونا تو یہ چاہئے کہ ’’دھرم رکشا منچ‘‘ کے رہنماؤں سے براہ راست روابط قائم کرکے ان سے مذاکرات کئے جائیں۔ اس بار اس کی پوری گنجائش ہے اس لئے کہ اس مکتوب میں ہندو پریشد کا لہجہ اس قدر جارحانہ نہیں ہے جو عام طور سے ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے یک گونہ مفاہمت کی خواہش ظاہر ہوتی ہے — اگر یہ روابط کامیابی سے آگے بڑھتے ہیں تو تشدد کے اُن واقعات کی حقیقت بھی اپنے آپ سامنے آنے لگے گی جن کے لئے مسلمانوں کو ذمہ دار قرار دے کر انہیں ہراساں اور عوام الناس کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ (پ ر)

صرف امریکی قیادت کی تبدیلی کو انقلابی نہیں کہا جاسکتا

اگرچہ پہلے سیاہ فام صدر بارک حسین اوبامہ کے صدر بننے کو نئی دنیا امریکہ میں بہت بڑی تبدیلی کہا جارہا ہے، لیکن حقیقت میں امریکہ کے نئے دور کو انقلابی اسی وقت کہا جائے گا جب وہ ملک کو درپیش اندرونی اور بیرونی چیلنجوں کا مقابلہ کرکے پوری دنیا میں امریکہ کی اس امیج کو بدل دیں گے جس سے لوگ نفرت و دشمنی کرتے ہیں۔ یہ بات خود مسٹر اوبامہ کئی بار کہہ چکے ہیں کہ حکومت کو ان کے تعمیری کاموں سے یاد کیا جاتا ہے نہ کہ ان کے تخریبی کاموں سے، اور ان (اوبامہ) کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ ان کے عمل سے کیا جائے گا۔ نئے امریکی صدر اپنی انتخابی مہم سے امریکہ کی تصویر بدلنے کے جذبہ کا اظہار کررہے ہیں اور اس سمت میں انہوں نے کئی اقدامات بھی کیے ہیں مثلاً خلیج، گوانتاناموکی جیل کو ایک سال کے اندر بند کرنے کا حکم صادر کردیا، عراق سے افواج کی واپسی کا ٹائم ٹیبل مقرر کردیا، مشرق وسطیٰ کے مسائل کے حل کے لیے خصوصی ایلچی کا تقرر کردیا لیکن ان کے سامنے اہداف اتنے مشکل ہیں اور ان کی آزمائش اتنی سخت ہے کہ انقلاب لانا آسان نہیں ہے۔

نئے امریکی صدر کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ انہیں وراثت میں ایسے پیچیدہ مسائل ملے ہیں جنہیں حل کرنے کے لیے انہیں عمل سے گزرنا ہوگا اور سخت حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ راستے میں جگہ جگہ رکاوٹیں کھڑی ہوں گی۔ یہ مسائل ملکی بھی ہیں اور بیرونی بھی اور سبھی ان کے پیش رو جارج ڈبلیو بش کے پیدا کردہ ہیں۔ وہ مسائل کس نوعیت کے ہیں اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی وجہ سے سابق امریکی صدر کی مقبولیت کا گراف گھٹ کر 20 فیصد تک پہنچ گیا تھا جو امریکہ کی تاریخ میں کسی بھی صدر کی مقبولیت کی انتہائی کم شرح تھی۔ ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں مسٹر اوبامہ کا مشن کافی مشکل ہوگا اور انہیں اپنی مقبولیت کا گراف اور عوام کے اعتماد کو برقرار رکھنے کے لیے کافی محنت کرنی پڑے گی۔

مسٹر اوبامہ کے سامنے اندرون ملک سب سے بڑا مسئلہ مالی بحران، بدترین، اقتصادی صورتحال ہے۔ عالمی کساد بازاری کی وجہ سے امریکی معیشت کی حالت ایسی ہوگئی 29 بینک اور کئی کمپنیاں دیوالیہ ہوچکی ہیں۔ جو بینک اور کمپنیاں چل رہی ہیں ان کی بھی حالت نہایت خستہ ہے، ان کے مستقبل کی ضمانت بھی نہیں لی جاسکتی۔ بڑھتی ہوئی بے روزگاری کا مسئلہ الگ دن بدن سنگین ہوتا جارہا ہے۔ بازار کی حالت بھی ٹھیک نہیں ہے۔ خود مسٹر اوبامہ نے اپنے تجویز کردہ 800 ارب ڈالر سے زائد کے مالی پیکج کی منظوری کے لیے کانگریس سے اپیل کرتے ہوئے کہا ہے کہ امریکی معیشت، 1930 کے بعد اپنی تاریخ کے بدترین بحران سے گزر رہی ہے۔ اگر اس پر قابو پانے میں ناکامی ہوئی تو یہ بحران تباہی میں بدل جائے گا۔ عہدہ صدارت کے بعد واشنگٹن میں اپنی پہلی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ امریکی قوم کو حقیقی خطرہ لاحق ہے، حکومت نے بروقت مداخلت نہیں کی تو مالیاتی بحران قابو سے باہر ہوسکتا ہے۔ مصیبت کی اس گھڑی میں ملکی معیشت کو بچانے کے لیے ریپبلکن اور ڈیموکریٹس کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا بہت بڑا چیلنج ہے۔ غرض کہ امریکی صدر خود اس بات کا اعتراف کررہے ہیں کہ انہیں اندرون ملک کتنے سخت چیلنجوں کا سامنا ہے۔

جہاں تک بیرون ملک مسائل کا تعلق ہے تو وہاں بھی مسٹر اوبامہ کے لیے حالات اچھے نہیں ہیں، شمالی کوریا، عراق اور افغانستان کا مسئلہ کافی سنگین ہے، چین کی بڑھتی ہوئی

باقی صفحہ ۶ پر

غزہ کی تعمیر نو کے لیے امداد

غزہ: خلیجی ممالک نے غزہ کی تعمیر نو کے لیے مشترکہ منصوبہ کی تجویز پیش کی ہے جب کہ دوسری جانب فلسطین کے صدر محمود عباس نے کہا ہے کہ غزہ کی تعمیر نو کے لیے قومی حکومت کے قیام کی ضرورت ہے۔ ریاض میں خلیجی ممالک کے اجلاس کے اعلامیہ میں غزہ کی تعمیر نو کے لیے دی جانے والی رقم کا اعلان نہیں کیا گیا۔ تاہم سعودی عرب اور قطر پہلے ہی غزہ کی تعمیر نو کے لیے ایک ارب 25 کروڑ ڈالر امداد دینے کا اعلان کرچکے ہیں۔ درایں اثنا غزہ میں امداد لے جانے کے لیے مراکش اور الجزائر کے درمیان سرحد کو 15 سال میں پہلی بار عارضی طور پر کھولا گیا۔

ری ایکٹروں کے معائنہ میں تعاون

ویانا: بین الاقوامی جوہری توانائی ایجنسی نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ ایران اس کے معائنہ کاروں کو اپنے جوہری ری ایکٹر کے معائنہ میں مدد کررہا ہے اور ایجنسی کے علم میں لائے بغیر وہاں کوئی بھی چیز منتقل نہیں کررہا ہے۔ ایجنسی کی ترجمان ملیسا فلیمنگ نے کہا کہ ایران کے ری ایکٹروں کو ویڈیو نگرانی میں رکھا گیا ہے اور جوہری اشیاء کو سیل کردیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ ابھی کچھ دنوں قبل ایجنسی نے اپنی ایک رپورٹ میں کہا تھا کہ ایران اپنے یورینیم کی افزودگی کا پیمانہ کم کرکے بتارہا ہے۔ اس پر امریکہ سمیت کئی مغربی ممالک نے تشویش کا اظہار کیا تھا۔

اسرائیل کے جنگی جرائم کی انکوائری

قاہرہ: عرب لیگ نے اسرائیلی جنگی جرائم کی تحقیقات کے لیے اپنا مشن غزہ بھیجنے کا اعلان کیا ہے، قاہرہ میں عرب لیگ کے ترجمان ہشام یوسف نے کہا کہ غزہ جانے والا مشن اسرائیل کے حالیہ حملوں کے دوران عائد کیے گئے جنگی جرائم کے الزامات کی تحقیقات کرکے اپنی تیار کردہ تفصیلی رپورٹ تنظیم کے سکریٹری جنرل عمرو موسیٰ کو پیش کرے گا اور ضروری قانونی کارروائی کرے گا۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ لیگ کا دوسرا مشن غزہ میں اسرائیلی حملوں سے ہونے والے نقصانات کا جائزہ لے کر اندازہ لگائے گا کہ تعمیر نو کے لیے کتنی امداد کی ضرورت ہے۔

سوڈانی صدر کو وارنٹ کا خطرہ

خرطوم: ذرائع کا کہنا ہے کہ بین الاقوامی عدالت اس کا فیصلہ سنانے والی ہے کہ آیا وہ سوڈان کے صدر عمر البشیر کے خلاف دارفور میں جنگی جرائم کے الزام میں وارنٹ جاری کرے گی یا نہیں، ایک اندازہ کے مطابق دارفور کی بربادی میں کم سے کم تین لاکھ لوگ ہلاک ہوچکے ہیں۔ بی بی سی کے مطابق اگر بین الاقوامی عدالت سوڈانی صدر کی گرفتاری کا وارنٹ جاری کرتی ہے تو عالمی برادری دو کیمپوں میں تقسیم ہوجائے گی۔ برطانیہ، امریکہ اور فرانس ایک طرف ہوں گے جو گرفتاری کے حق میں ہوں گے جب کہ افریقی یونین عرب لیگ اور چین دوسری طرف ہوں گے جو گرفتاری کے خلاف ہوں گے۔

دہشت گردی مخالف جنگ پر تنقید صحیح

واشنگٹن: امریکہ میں داخلی سلامتی کے محکمہ ہوم لینڈ سیکورٹی کے مطابق سربراہ ٹام رج نے قانونی ماہرین کی ایک حالیہ رپورٹ میں امریکہ کی دہشت گردی کے خلاف جنگ پر تنقید کو کسی حد تک درست قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ رپورٹ میں تشدد اور دیر تک حراست میں رکھنے کی باتیں درست ہیں۔

ڈھائی ہزار زبانوں کو خطرہ

نیویارک: اقوام متحدہ کے ادارہ یونیسکو نے کہا ہے کہ دنیا میں بولی جانے والی زبانوں میں ڈھائی ہزار زبانوں کو خطرہ لاحق ہے جن میں براہوی سمیت 27 پاکستانی اور 196 ہندوستانی زبانیں شامل ہیں۔ یونیسکو کا کہنا ہے کہ دنیا میں اس وقت تقریباً 6 ہزار زبانیں بولی جاتی ہیں۔ جن میں سے دو سو زبانوں کو یونیسکو نے مرتی ہوئی زبان قرار دے دیا ہے۔ مزید 170 کے بولنے والے دس سے پچاس کے درمیان ہیں۔

کرغزستان میں امریکی اڈوں کا خاتمہ

محمد عباس خان

کل جب کرغز پارلیمنٹ میں امریکی فوجی اڈے کے بارے میں ووٹنگ ہوئی تو ۸۱ رکنی پارلیمنٹ کے ۷۸ ممبران نے امریکی فوجی اڈے کو بند کرنے کے حق میں ووٹ دیا جبکہ ایک ممبر نے اڈا قائم رکھنے کے حق میں ووٹ دیا۔ دو ممبران نے رائے شماری میں حصہ نہ لیا۔ یوں کئی برسوں سے جاری اڈے کے بارے میں شور شرابا پر مہر ثبت ہوگئی۔

اگرچہ فروری کے شروع میں کرغز صدر کرمان بیک باقی ایف نے جب ماسکو کے دورے میں کرغزستان میں امریکی فوجی اڈا بند کرنے کا اعلان کیا تو دنیا بھر میں اسے بڑ ہانکنے سے زیادہ اہمیت نہ دی گئی لیکن جو لوگ حقیقت حال جانتے ہیں اور جو وسطی ایشیائی لوگ روسیوں کی نفسیات سے واقف ہیں انہیں پورا یقین تھا کہ اب یہ مسئلہ واقعی حل ہوجائے گا۔

یہ مغربی پنچھی اپنے ایف۔۱۶، ایف ۱۸ اور ڈارون طیاروں کے روپ میں بڑی بے شرمی سے جس ملک میں چاہتے ہیں جاگھستے ہیں۔ تو افغانستان میں جمہوریت بحال کرنے اور طالبان اور القاعدہ سے افغان عوام کی جان چھڑانے نیز نائن الیون کی خود ساختہ ومکارانہ دہشت گردی کی آڑ میں یہ امریکی پنچھی پوری دنیا میں گھس آئے اور مالک بن بیٹھے۔ انھوں نے دنیا کی تمام طاقتوں کو خاموش اور بے دست وپا کرا دیا کہ دہشت گردی کا مقابلہ کرنا تو ضروری تھا۔ اسی خوف وغصے کی کیفیت سے دوچار وسطی ایشیا کو بھی رام کیا گیا کہ چند ماہ کی بات ہے۔ ہمیں راستے اور اڈے دے دو۔ ہم چند ہفتوں میں طالبان کا مار مار کر بھرکس نکال دیں گے۔ پھر واپس چلے جائیں گے۔ تب دسمبر ۲۰۰۱ء میں امریکی جہازوں کی گڑگڑاہٹ سے وسطی ایشیا کا آسمان کانپ اٹھا۔ ایک فوجی اڈا ازبکستان میں، ایک کرغزستان میں قائم کیا گیا۔ محدود پیمانے پر فوجی ٹرانسپورٹیشن سیل تاجکستان میں بھی قائم کیا گیا اور لگے امریکی طیارے دن رات یہاں سے اڑ اڑ کر افغانستان پر منوں اور ٹنوں بم برسانے۔ لوگوں نے جب اعتراض کیا تو کرغز صدر نے یقین دلایا کہ یہ اڈا کوئی سال بھر کی بات ہے پھر بند کردیا جائے گا۔ راقم نے اس وقت دعویٰ کیا تھا کہ سال بھر کی بات نہیں بلکہ کئی برسوں اور ہوسکتا ہے اس سے بھی طویل عرصے کی بات ہوجائے۔

تو آیئے! دیکھتے ہیں بشکک سے تیس کلو میٹر دور مناس Manas گاؤں کے نزدیک مناس انٹرنیشنل ایئر پورٹ سے ملحقہ اس امریکی فوجی اڈے نے کرغزستان کو کیا دیا اور یہاں سے کیا لیا۔ بشکک سے ایئر پورٹ تک خوبصورت دوہری سڑک جاتی ہے جس کے دونوں طرف اور درمیان میں سرو کے بلند قامت درخت نوے ڈگری پر یوں کھڑے ہیں جیسے دیوہیکل فوجی پہرہ دے رہے ہوں۔ اس سول انٹرنیشنل ایئر پورٹ کو امریکی بھی استعمال کرتے ہیں اور ساتھ ہی کئی سو ہیکٹر کے علاقے کو مکمل طور پر سیل (Seal) کرکے وہاں ایک بہت بڑا فوجی اڈا اور کئی بڑے بڑے ویئر ہاؤسز بنا دیئے گئے ہیں اور جیسا کہ کہتے ہیں یہاں کوئی پرندہ بھی پر نہیں مارسکتا۔ چہ جائیکہ کسی غیر امریکی کا (سوائے کام کے) وہاں سے گزر ہوجائے۔ اگرچہ ہر ایک کو یقین ہے کہ یہاں سے امریکی اور ناٹو کے طیارے اڑتے اور افغانستان پر بمباری کرکے واپس آتے ہیں اور کہنے والے تو کہتے ہیں کہ آج کل بھی یہاں ایف۔۱۶ اور ایف ۱۸ براجمان ہیں اور بدستور استعمال کئے جارہے ہیں۔ تاہم امریکی مصر ہیں کہ یہاں سے صرف ٹرانسپورٹ طیارے ہی اڑتے ہیں جو کہ افغانستان میں امریکی اتحادی افواج کے لئے اشیائے ضروریہ لے جاتے ہیں یا پھر آسمان میں ری فیولنگ کرتے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ افغانستان کے بگرام ہوائی اڈے سے اڑنے والے طیاروں کی Refueling کرنے کو یہاں مناس ایئر پورٹ سے طیارے کیوں اڑا کر افغانستان کی فضاؤں میں جاکر یہ کام کیا جاتا ہے۔ شاید کوئی فوجی اس کا جواب دے سکے۔

دسمبر ۲۰۰۱ء میں بشکک کا واحد فائیو اسٹار ہوٹل حیات اور واحد فور اسٹار ہوٹل Acmey یکا یک فوجی وردیوں سے بھر گیا۔ یہ تھے فرانس، جرمنی اور امریکہ کے فوجی، جو نہ صرف ہوٹلوں میں براجمان تھے بلکہ سرعام فوجی وردیوں میں شہر کی سڑکوں پر اپنے اسلحے کی نمائش کرتے ہوئے گھومتے پھرتے تھے۔ یہاں کے پرامن شہریوں نے دوسری جنگ عظیم کے بعد صرف سرکاری پریڈوں میں ہی اسلحہ دیکھا تھا۔ لہٰذا عوامی پریشانی بجا تھی اور لوگ واقعی سمجھنے لگے کہ افغانستان کی جنگ وسطی ایشیائی لوگوں کے سروں پر آ پہنچی ہے۔ تب احتجاج ہونے لگا اور فیصلہ کیا گیا کہ یہ فوجی شہر میں اسلحہ کے ساتھ نہیں گھومیں گے لیکن مناس ایئرپورٹ پر یہ لوگ دن رات یوں ہی ہر کیفے ریسٹوران اور ہر نشست گاہ میں اپنے اسلحے کے ساتھ بیٹھے شراب کے ڈبے خالی کرنے میں مصروف ہوتے ہیں یا آتی جاتی لڑکیوں کو چھیڑنے، یہاں کے مزدوروں اور ایشیائیوں کا مذاق اڑانے میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن سب لوگ خاموش ہوجاتے ہیں کہ ان کی جھولیوں میں گنیں لوگوں کو خوفناک انداز میں گھور رہی ہوتی تھیں۔

تاہم احتجاج کا لاوا اندر ہی اندر ابل رہا تھا اور لوگ ان امریکی یانکیوں سے تنگ آگئے۔ اخبارات وٹی وی نے اس معاملے کو اٹھانا شروع کیا تب امریکیوں نے یہاں ایک بڑا اڈا اپنے مکمل فوجی ورہائشی لوازمات کے ساتھ بنالیا اور اب اس اڈے میں تیرہ سو امریکی وناٹو کے فوجی رہائش پذیر ہیں۔

جونہی صدر اکائیف نے یہاں سے ماسکو کی راہ لی اور موجودہ صدر کرمان باقی ایف نے اقتدار سنبھالا، کرغزستان نے چین میں ہونے والی شنگھائی تنظیم کی کانفرنس میں اس اڈے کو بند کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ فوراً امریکی سرگرم ہوگئے اور بڑے وعدے وعید کئے گئے کہ امریکی کرغزستان کی معاشیات کو بہتر کردیں گے اور اربوں ڈالر اب کرغزستان کی ترقی میں کام آئیں گے لیکن ہوا کیا؟

کانت کا وہ ہوائی فوجی اڈا جو روسی رضا کارانہ طور پر چھوڑ کر جاچکے تھے، جونہی امریکی اڈہ قائم ہوا تو جوابی طور پر فوراً روسی کانت میں آگئے اور انھوں نے اپنے پرانے اڈے کو پھر سے آباد کرنا شروع کردیا۔ یوں روسی اور امریکی بمبار وفائٹر طیارے ایک دوسرے سے صرف پچاس کلو میٹر کی دوری پر ایک دوسرے پر یوں نظریں جمائے بیٹھے ہیں جیسے کہ دو مرغ لڑنے سے پہلے پر تولتے ہیں۔ کرغز عوام کو اس کا بخوبی احساس ہے کہ کسی بھی وقت کوئی غلطی ایک بہت بڑے جنگی حادثے کو جنم دے سکتی ہے۔

کل جب ترکش ریسٹوران میں کرغزستان کے سابق وزیر خارجہ، سابق مشیر صدر اور مشہور کرغز مصنف چنگیز آتماتوف کے صاحبزادے اصغر آتماتوف نمودار ہوئے۔ راقم ان کے دوستوں کی صفوں میں ہے لہٰذا گلے ملنے کے ساتھ ہی دونوں نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔ ظاہر ہے یہ مبارکباد امریکی اڈے کے بارے میں صدارتی اعلان پر خوشی کا اظہار تھی۔ دراصل جب شنگھائی میں امریکی اڈا بند کرنے کا ارادہ ظاہر کیا گیا تو اس پر بوجہ عمل نہ ہونے پر کرغز عوام بہرحال دلگرفتہ تھے۔ عوام میں امریکی فوجی اڈے کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے یہاں کئی حلقوں اور تنظیموں نے کام کیا۔ پہلی دفعہ پریس کانفرنس میں کرغز عوام، سرکاری اہلکاروں اور پریس کو اس بیس کے نقصانات اور حقیقتوں سے آگاہ کیا گیا۔ یہ واضح ہورہا تھا کہ اس بیس کی وجہ سے درجہ ذیل نقصانات کرغز معاشرے میں وارد ہورہے ہیں:

(۱) مغربی کلچر وثقافت، کھلے عام بوس وکنار اور شراب پینا، اسلحے کی نمائش اور نفسیاتی خوف نے کرغز عوام پر اپنا اثر ڈالنا شروع کردیا ہے۔

(۲) بشکک میں طوائف بازی، کیسینو اور نائٹ کلب معیشت بڑی تیزی سے اپنے قدم پھیلا رہی ہے۔

(۳) امریکیوں اور یورپی لوگوں اور ایشیائیوں کے درمیان محبت کی بجائے نفرت بڑھ رہی ہے۔

(۴) ایئر بیس کے ارگرد کے دیہات کی فصلیں تباہ ہوچکی ہیں۔ زمینیں کئی فصلیں کاشت کرنے کے قابل نہیں رہ گئیں۔ لوگوں میں کینسر اور دوسری تکلیف دہ بیماریاں تیزی سے پھیل رہی ہیں اور نامکمل بچے پیدا ہونا شروع ہوگئے ہیں۔ یہ سب کچھ امریکی جہازوں کے ہروقت شور اور فضا میں تیل اور دوسرے مضرصحت کیمیکل پھینکنے کی وجہ سے ہورہا ہے۔

اگرچہ امریکیوں نے دعویٰ کیا کہ وہ یہ اشیاء خاصی بلندی پر پھینکتے ہیں جو کہ زمین تک آتے آتے جل جاتی ہیں تاہم باقاعدہ طبی معائنوں سے علاقے کے شہریوں نے ثابت کیا ہے کہ ان کی صحت اور معیشت تباہ ہوتی جارہی ہے۔

(۵) کرغز عوام یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اس اڈے کی وجہ سے افغانی اور ایرانی عوام کرغزستان کے دشمن بن سکتے ہیں نیز روسی عوام کے ساتھ دوستی بھی تباہ ہوسکتی ہے۔

(۶) یہاں رہ کر امریکی فوجی کرغزستان کے اندرون خانہ معاملات میں بھی مداخلت کرتے ہیں جیسا کہ اوش میں ایک خفیہ مکان سے امریکی فوجی اور اسلحہ پکڑا گیا جو کہ حکومت اور عوام کی اطلاع کے بغیر جمع کیا گیا تھا۔ نامعلوم ایسے کتنے خفیہ مراکز قائم کئے جاچکے ہیں اور ان سے ہمسایوں کے یا کرغزستان کے اندر کیا کام لیا جاتا رہا تھا یا لیا جانا تھا۔

(۷) امریکیوں کا رویہ کرغز شہریوں کے ساتھ بہت ہی ہتک آمیز رہا ہے۔ ایک دفعہ کچھ لڑکیوں کو مار دیا گیا۔ لے دے کے معاملہ دبا دیا گیا۔ ایک دفعہ ایک کرغز ڈرائیور کو امریکی فوجی نے اڈے کے دروازے پر گولی مار دی گئی۔ صدر کرغزستان نے مداخلت کی اور مطالبہ کیا کہ اس فوجی کو یہاں روکا جائے تاکہ تحقیقات کی جاسکے لیکن امریکیوں نے نہ صرف اس کو واپس بھیج دیا بلکہ برسوں گزر جانے کے باوجود اس بارے میں کوئی منصفانہ کارروائی نہ کی گئی۔

(۸) رہ گئی معیشت تو پورے آٹھ برسوں میں امریکہ نے کرغزستان میں کوئی ۸۵۰ ملین ڈالر خرچ کئے ہیں اور اس کا حساب یوں ہے کہ اگر امریکی سفیر نے کہیں چھینک ماری، سانس لیا یا کسی کو روس اور چین کے خلاف خریدا یا پھر نارین اور کانت میں روسی اور چینی دوستوں کے خلاف ایجنٹوں کا جال پھیلایا تو اس کا خرچہ بھی شامل کرلیا گیا۔

بہرحال اس جمع وتفریق کا نتیجہ یہ نکلا کہ کہا جاتا ہے: ''امریکہ نے ۸۵۰ ملین ڈالر کی امداد پچھلے آٹھ برسوں میں کرغز عوام کو دی''۔ جو بھی ہوا حقیقت میں کرغزستان کی معیشت کو سنبھالا دینے کے لئے کوئی ایک امریکی پروجیکٹ بھی سامنے نہیں آیا اور یاد رہے کہ اس حساب کتاب میں ایئر بیس کا کرایہ بھی شامل ہے جو کہ دنیا میں قائم دوسرے امریکی اڈوں کے مقابلے میں آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

بہرحال اس جمع وتفریق کا نتیجہ یہ نکلا کہ کہا جاتا ہے: ''امریکہ نے ۸۵۰ ملین ڈالر کی امداد پچھلے آٹھ برسوں میں کرغز عوام کو دی''۔ جو بھی ہوا حقیقت میں کرغزستان کی معیشت کو سنبھالا دینے کے لئے کوئی ایک امریکی پروجیکٹ بھی سامنے نہیں آیا اور یاد رہے کہ اس حساب کتاب میں ایئر بیس کا کرایہ بھی شامل ہے جوکہ دنیا میں قائم دوسرے امریکی اڈوں کے مقابلے میں آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

اگرچہ اس امریکی اڈے کو اگلے چھ ماہ میں اپنے منطقی انجام تک پہنچنا ہے اور ایسے میں امریکیوں کے لئے تاجکستان، پاکستان، ازبکستان اور ترکمانستان کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ تاہم ازبکستان پہلے ہی امریکی فوجی اڈے کو اس لئے بند کرچکا ہے کہ یہ اڈا ازبکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کررہا ہے۔ ویسے تو امریکیوں کی تذلیل خاص طور پر اڈوں کو بند کرنے کے بارے میں پاکستان (صدر ایوب خان کے دور میں) ازبکستان (صدر اسلام کریموف کے حکم سے) اور کرغزستان (صدر کرمان باقی ایف کے اعلان سے) میں خاصی ہوئی ہے، لیکن شاید وہ اس سے سبق نہ سیکھیں گے کہ ویتنام اور عراق کا سبق بھول کر ہی وہ افغانستان میں داخل ہوئے تھے۔ لیکن اب جو منظر سامنے آرہا ہے وہ ہے کہ نئے روسی صدر نے امریکیوں کو سرپرائز دینا شروع کردیا ہے اور اس نئی روسی پالیسی پر عمل کی روشنی میں شاید آئندہ برسوں میں ایران، روس، چین، مل کر کوئی ایسی ترپ کی چال چلیں کہ امریکہ پھر ایک نئے ویت نام میں پھنس جائے۔

یہی وجہ ہے کہ اب روس نے طالبان کی حقیقت کو اندرون خانہ تسلیم کرنا شروع کردیا ہے۔ یہ طے ہے کہ روسی چینی مشترکہ اقدامات کا ساتھ وسطی ایشیائی ریاستوں کو دینا ہوگا۔

●●

جذباتی ایشوز کے سہارے حصول اقتدار کی کوشش

مولانا اسرار الحق قاسمی

کانگریس کے ترجمان اور مرکزی وزیر مملکت برائے امور داخلہ شکیل احمد نے بی جے پی سے آر ایس ایس کے پاکستانی انٹر سروسز انٹلی جنس (آئی ایس آئی) سے رقوم حاصل کرنے کے بارے میں وضاحت پیش کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ اسٹیٹس مین (۲۱ر فروری) کے مطابق وزیر موصوف نے کانگریس کے ترجمان کی حیثیت سے الزام لگایا ہے کہ مالیگاؤں دہشت گردی کے کلیدی ملزم خود ساختہ شنکر اچاریہ دیانند پانڈے نے اپنے بیان میں اعتراف کیا ہے کہ آر ایس ایس پاکستان کی آئی ایس آئی سے رقوم وصول کرتا ہے۔ کانگریس کے ترجمان نے اس بارے میں بی جے پی سے وضاحت کرنے کے لئے کہا ہے کیونکہ بی جے پی کے لیڈر مسلسل یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ وہ آر ایس ایس سے تحریک حاصل کرتے ہیں جب کہ مالیگاؤں دہشت گردی میں ملوث دیانند پانڈے نے آر ایس ایس کے ایک ذمہ دار اندریش کمار اور اس کے جنرل سکریٹری موہن بھاگوت کا آئی ایس آئی سے دولت حاصل کرنے والوں کی حیثیت سے نام لیا ہے۔ اطلاعات یہ ہیں کہ موہن بھاگوت آر ایس ایس کے نئے سربراہ سرسنگھ چالک بنائے جاسکتے ہیں۔ وزیر موصوف نے یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ کیا خود بی جے پی بھی آئی ایس آئی سے رقوم وصول کرتی ہے؟ مرکزی وزیر نے یوپی اے حکومت سے اس معاملے میں گہرائی سے تفتیش وتحقیق شروع کرنے کا مطالبہ بھی کیا ہے۔

آر ایس ایس اور اس کی سربراہی میں پورا سنگھ پریوار خود کو بلاشرکت غیرے دیش بھگت قرار دیتا رہا ہے۔ وہ اپنے سوا کسی کو محب وطن، ملک کا خیرخواہ ووفادار یا دیش بھگت نہیں مانتا۔ وہ دوسروں کو ملک دشمن، ملک کا غدار، غیر ملکی ایجنٹ اور ساتھ ہی ہندو دشمن کا سرٹیفکٹ دیتا رہتا ہے جب کہ بالخصوص مسلمانوں سے ملک کی آزادی اور تقسیم ہند کے وقت سے حب الوطنی کے ثبوت طلب کرتا رہتا ہے کہ مسلمانوں کو حب الوطنی کا سرٹیفکیٹ ان سے لینا ضروری قرار پارہا ہے۔ مسلمانوں کو ان کے دین کو ان کے دینی نصوص قرآن وحدیث ان کے مذہبی مقامات مساجد وغیرہ اور دینی مدارس کو دہشت گرد، دہشت گردی کا منبع دہشت گردی کی تبلیغ وترغیب کرنے والے اور دہشت گردی کی نرسری قرار دے رہا ہے۔

سیکولرزم پر مبنی آئین کے نفاذ کے باوجود سنگھ پریوار کو فرقہ وارانہ منافرت، اشتعال انگیزی، فسادات، قتل وغارت گری خونریزی اور آتش زنی کی کھلی چھوٹ حاصل ہے اور نہ چھوٹ محض ۶ سال کی بی جے پی کی سربراہی والی این ڈی اے سرکار نے ہی نہیں دی مسلمانوں کو دہشت زدہ کرنے اور فسطائی طاقتوں کا خوف دکھا کر ان سے تحفظ فراہم کرنے کے وعدوں کے ساتھ ووٹ طلب کرنے والی کانگریس نے روز اوّل سے یہ چھوٹ دے رکھی ہے۔ جب کہ آزادی سے قبل ریاستی حکومتوں اور پھر عبوری حکومت سے لے کر ۶۲ سال کی تاریخ میں چند سال کو چھوڑ کر وہی برسر اقتدار رہی اور حکومت کرتی وچلاتی رہی ہے۔ جو مسلمانوں کے ساتھ برابر کھلواڑ کرتی رہی ہے کہ انہیں وہی بچاسکتی ہے اس لئے وہ اس کے دامن میں پناہ وتلاش کریں جب کہ اپنی پناہ گاہوں میں ان کا خون بہانے کے فسطائی طاقتوں کو پورے پورے مواقع فراہم کرتی رہی ہے کہ اس کی پناہ گاہ میں آکر وہ بے بس بھی ہوجاتے تھے۔ انہیں اس کی پناہ میں اپنے دفاع کے لئے ہاتھ اٹھانے یا کوئی اور تدبیر اختیار کرنے کی بھی اجازت حاصل نہیں۔

دیانند پانڈے کے اقبالیہ بیان نے ملک کے ان غداروں غیر ملکی ایجنٹوں اور اصلی دہشت گردوں کی حقیقت سے پردے اٹھادیئے ہیں۔ اب بھی مرکز میں برسراقتدار پارٹی کا وزیر بی جے پی سے وضاحت کا مطالبہ کررہا ہے اپنی ہی حکومت سے انکوائری کے لئے کہہ رہا ہے جب کہ ملک کی اندرونی سلامتی کی ذمہ داری خود اس وزیر پر عائد ہوتی ہے۔ آخر کیوں نہیں اس معاملے کی اعلیٰ سطحی غیر جانبدارانہ تحقیقات کا آغاز کیا جارہا ہے؟ ان طاقتوں کے استعماری انگریزوں کے ساتھ خفیہ تعلقات کے شواہد دنیا کے سامنے آچکے ہیں جب کہ اس کے بڑے بڑے لیڈر سامراجی انگریزوں کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتے تھے ملک کے اوپر انگریزوں کی غلامی کا پھندا سخت سے سخت کرنے اور کسنے کے لئے سرگرم تھے وہ انگریزوں کے سامراج کی عمر دراز کرنے کے لئے ہی ہندو مہاسبھا آر ایس ایس اور دوسرے ناموں سے متحد ہوتے تھے اور ملک کے اندر چلنے والی آزادی کی تحریکوں کو کمزور کرنے میں اپنا پورا زور وتوانائی صرف کررہے تھے۔ یہی کام آج تک انجام دے رہے ہیں۔ اب برطانیہ کا سامراج ختم ہوگیا تو انہوں نے امریکہ، اسرائیل اور پاکستان سے سازباز کرلی۔ دشمن ملک طاقتوں کے اشاروں پر ملک میں افراتفری وانتشار پھیلانے کا کام کررہے ہیں آخر حکومت ان کے خلاف دہشت گردی اور بغاوت مخالف قوانین کے کارروائی نہیں کرتی کیا حکومت کی بھی اُن سے ملی بھگت ہے؟

●●

بےنظیر بھٹو کا قاتل کون؟

اسلام آباد۔ سٹی ناظم کراچی مصطفیٰ کمال کے حوالے سے نجی ٹیلی ویژن چینل نے انکشاف کیا ہے کہ صدر آصف علی زرداری سابق وزیراعظم بےنظیر بھٹو کے قتل میں ملوث ہیں۔ نجی ٹیلی ویژن چینل میں گفتگو کے پروگرام میں مصطفیٰ کمال مہمان تھے۔ میزبان نے ان سے پوچھا کہ کس بنیاد پر انھوں نے کلنٹن فاؤنڈیشن کے اجلاس میں گفتگو کرتے ہوئے صدر آصف علی زرداری کو بےنظیر بھٹو کے قتل میں ملوث قرار دیا تھا۔ سٹی ناظم نے اس بات کی تردید کی تو میزبان نے کہا کہ ان کی گفتگو کا ویڈیو کلپ بھی موجود ہے۔ اس پر مصطفیٰ کمال نے خاموشی اختیار کرلی۔

شادی بیاہ قرآن وحدیث کی روشنی میں

محمد سیف اللہ
کوٹہ (راجستھان)

ارشاد ربانی ہے: ''ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ان کو ہم نے اہل وعیال والا بنایا''۔ (سورۃ الرعد:۳۸)

دوسری جگہ فرمایا: ''وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اس کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے پاس سکون حاصل کرے''۔ (سورۃ الاعراف:۱۸۹)

ایک اور جگہ فرمایا: ''اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور ہم کو پرہیزگاروں کا سردار بنا''۔ (سورۃ الفرقان:۷۴)

ایک جگہ یوں فرمایا: ''وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو''۔ (سورۃ البقرہ:۱۸۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رسولوں کی چار سنتیں ہیں: (۱) شرم وحیا، (۲) عطر کا استعمال (۳) مسواک (۴) نکاح (ترمذی)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ''بخدا میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ اس کی ناراضی سے بچنے والا ہوں۔ لیکن (میرا حال یہ ہے کہ) میں کبھی (نفل) روزے رکھتا ہوں اور کبھی بغیر روزے کے رہتا ہوں، راتوں کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ (یہ میرا طریقہ ہے) اور جو میرے طریقے سے منہ موڑے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں''۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تین آدمیوں کی مدد اللہ تعالیٰ ضرور فرماتا ہے: (۱) راہ خدا میں جہاد کرنے والے کی۔ (۲) اس مکاتب غلام کی جو حق کتابت ادا کرنے کا واقعی ارادہ رکھتا ہو (۳) اور اس شخص کی جو پاک بازی کی نیت سے نکاح کرتا ہے''۔ (ترمذی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار فرمایا: ''اے علیؓ! تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے: (۱) نماز کا جب وقت ہوجائے (۲) جنازہ جب آجائے اور (۳) لڑکی کا نکاح جب اس کے لئے کفو یعنی مناسب رشتہ مل جائے۔ (ترمذی)

شوہر کا انتخاب:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تمہارے یہاں کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین و اخلاق سے تم مطمئن اور خوش ہو تو اس سے شادی کردو۔ اگر تم ایسا نہ کروگے تو زمین میں زبردست فتنہ پھیل جائے گا۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے، کامل ترین مومن وہ ہے جو بہترین اخلاق کا مالک ہو اور جو اپنے گھر والوں کے لئے انتہائی شفیق اور مہربان ہو''۔ (ترمذی)

بیوی کا انتخاب:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نکاح کے لئے عورت کی چار چیزیں دیکھی جاتی ہیں: (۱) مال و دولت (۲) خاندانی شرافت (۳) حسن و جمال (۴) دین و اخلاق۔ تو تم دیندار عورت کو حاصل کرو تمہارا بھلا ہو''۔ (بخاری ومسلم)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عورتوں سے ان کے حسن وجمال کی بنیاد پر نکاح نہ کرو۔ ہوسکتا ہے کہ ان کا حسن وجمال انہیں تباہی کی راہ پر ڈال دے۔ اور نہ ان کے مال ودولت کی وجہ سے شادی کرو۔ ہوسکتا ہے کہ ان کا مال ان کو سرکشی اور طغیانی میں مبتلا کردے بلکہ دین کی بنیاد پر ان سے شادی کرو۔ کالی کلوٹی باندی جو دین واخلاق سے آراستہ ہو وہ بہت بہتر ہے۔ (اس بلند خاندانی حسینہ سے جو بداخلاق ہو)''۔ (ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی بیوی سب سے اچھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سب سے اچھی بیوی وہ ہے کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کردے۔ اور جب وہ اس کو کسی بات کا حکم دے تو اطاعت کرے اور جو اپنی جان ومال کے بارے میں کوئی ایسا رویہ اختیار نہ کرے جو شوہر کو ناپسند ہو''۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''پوری دنیا فائدہ اٹھانے کی متاع ہے اور بہترین متاع نیک بیوی ہے''۔ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے برکت والا نکاح وہ ہے جس میں سب سے کم خرچ ہو''۔ (بیہقی)

مہر کی حقیقت قرآن وحدیث کی روشنی میں:

اور عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ (فرض جانتے ہوئے) ادا کرو۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر ۴) پس جو لطف (ازدواجی زندگی کا) تم نے ان سے اٹھایا ہے اس کے بدلے ان کے مہر بطور ایک فرض کے ادا کرو''۔ (سورۃ النساء: ۲۴) جس نے کسی عورت سے نکاح کیا اور نیت یہ رکھی کہ مہر دینا نہیں ہے وہ بدکار ہے''۔ (مسند احمد)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے بھی نکاح ہوئے سب میں مہر نقد ادا کیا گیا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے مہر بھی نقد ادا کئے گئے۔ اسی طرح خلفائے راشدین اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ہمیشہ مہر نقد ادا فرمایا۔ اُس دور میں کوئی بھی مثال مہر کے ادھار یا باقی رکھنے کی نہیں ملتی۔ جب بھی کوئی صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ درخواست لے کر آئے کہ وہ نکاح کرنا چاہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پہلی بات یہی فرمائی کہ مہر ادا کرنے کے لئے تمہارے پاس کیا ہے؟ اور جو چیز ان کے پاس ملی اسے فروخت کرکے مہر ادا کروایا۔ اگر رقم بچی تو اس سے دوسری ضروریات پوری کی گئیں۔

قرآن وحدیث سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ ''مہر'' عورت کا شرعی حق ہے اور اسے ہر صورت میں ادا کردینا چاہئے۔ معاشرے میں مہر کی حیثیت جہیز نے گھٹا دی ہے۔ مہر کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جاتی جبکہ جہیز جو کہ غیر اسلامی ہے نقد وصول کیا جاتا ہے۔

لڑکیوں پر ایک بڑا ظلم ان کے والدین کرتے ہیں کہ وہ جاہلانہ رسم جہیز کو تو خوش دلی سے ادا کرتے ہیں لیکن وراثت میں لڑکی کا حصہ ادا نہیں کرتے جو کہ حقوق العباد میں سے ہے جسے دنیا میں ادا نہیں کیا گیا تو آخرت میں نیکیوں کی شکل میں ادا کرنا ہوگا۔ اسی طرح بارات کی بھی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ گویا لوگ بیٹوں کی طرح بیٹیوں کو اولاد کا درجہ نہیں دیتے اسی لئے انہیں وراثت میں حصہ نہیں دیتے۔ یہ بیٹیوں پر ماں باپ وغیرہ کا ظلم ہی تو ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ نکاح کو اتنا آسان کردو کہ زنا مشکل ہوجائے۔

ولیمہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کی تاکید فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بدترین کھانا اس ولیمہ کا ہے جس میں مالداروں کو تو بلایا جائے لیکن غریبوں، مسکینوں کو چھوڑ دیا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شادیوں اور اپنی اولاد کی شادیوں میں جو طریقہ اختیار فرمایا وہی بہترین نمونہ ہے اور اسی میں ہمارے لئے دونوں جہاں کی کامیابی ہے۔

●●

دعوت

۲۸ر فروری ۲۰۰۹ء

یہ تصویر کیا پتہ دے رہی ہے؟

گجرات فسادات کی جاری انکوائری کے سلسلے میں اس قسم کے 'انکشافات' تسلسل اور تکرار کے ساتھ سامنے آرہے ہیں کہ اس میں گجرات کی حکومت اور اس کے اہم ذمہ دار کسی نہ کسی طور پر ملوث رہے ہیں۔ خود وزیر اعلیٰ نریندر مودی کے ملوث ہونے کی باتیں بھی سامنے آچکی ہیں۔ گجرات پولیس کے بعض سبکدوش ہوجانے والے اعلیٰ افسران اور بعض برسرکار افسران کے بیانات بھی منظر عام پر آچکے ہیں۔ ان بیانات کی سیاسی اہمیت ہی نہیں ہے بلکہ ان بیانات کو سپریم کورٹ کے حکم پر گجرات فساد کے بعض واقعات کی ازسر نو چھان بین کرنے والی ٹیم نے قلمبند کیا ہے۔ ایک خاتون وزیر کوڈنانی کا مسئلہ تو بہت آگے بڑھ گیا ہے۔ اسی طرح مالیگاؤں بم دھماکوں کے سلسلے میں جو 'انکشافات' اب تک ہوئے ہیں ان کو بھی اب ایک دستاویز کا درجہ اس لئے حاصل ہوگیا ہے کہ اب یہ چیزیں سرکاری ریکارڈ میں آگئی ہیں۔ ان کو تیار کی جانے والی چارج شیٹ کا حصہ بنالیا گیا ہے، جن سے دنیا کو یہ معلوم ہوا ہے کہ ہندتو کے احیاء کے نام پر کیا کیا منصوبے بنائے جارہے ہیں اور اس کا سلسلہ کتنا دراز ہے، کیسے کیسے لوگ اس میں شامل ہیں۔ اس کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ ملک میں ایک متوازی نظام قائم کرنے کی کوششیں ہورہی ہیں جو خودسری اور باغیانہ سرگرمیوں پر مشتمل ہے۔ گویا پورا ملک بارود کے ایک بڑے ڈھیر پر کھڑا ہوا ہے۔ باغیوں کی خطرناکی کا حال یہ ہے کہ انھوں نے خود اپنے ہی لوگوں کو اپنی راہ کا روڑا قرار دے رکھا ہے اور ہر اس شخص کو اپنے لئے خطرہ تصور کرتے ہیں جو ان کی آرزوؤں اور تمناؤں کی تکمیل میں تاخیر کا بھی سبب بنتا نظر آرہا ہو۔ لہٰذا انھوں نے ایسے اپنوں کو بھی راستے سے ہٹادینے کا تہیہ کر رکھا ہے جن کے بارے میں ان کا خیال یہ ہے کہ وہ لیت ولعل سے کام لے رہے ہیں اور حکمت کے نام پر بزدلی کا مظاہرہ کررہے ہیں اور کھل کر ان کا نہ تو ساتھ دے رہے ہیں اور نہ ان کی تائید کررہے ہیں بلکہ انہیں سمجھانے بجھانے کی کوشش کررہے ہیں۔

ان واقعات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس رجحان بلکہ سوچ کا دائرہ وسیع ہوتا چلا جارہا ہے۔ گوکہ فوج نے اس کی تردید کی ہے کہ اس کے اندر بھی اس قسم کی سوچ سرایت کرگئی ہے مگر اس کو جھٹلانا اب ممکن نہیں رہ گیا ہے کہ وہاں بھی یہ سوچ اپنی زمین بنانے لگی ہے۔ ملک میں فسطائی ذہنیت کے مختلف رنگ ہیں جو آئے دن سامنے آرہے ہیں۔ اس سے اس کا اندازہ بھی ہونے لگا ہے کہ اس کے جو معروف چہرے تھے وہی اس ذہنیت کو نہیں پھیلا رہے ہیں بلکہ اس قسم کے بے شمار گروپ پیدا ہوگئے ہیں۔ اس کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ ان میں سے بیشتر گروپ ایسے ہیں جن کی لگام کسی معروف گروپ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اس سے اس کی سنگینی کو سمجھا جاسکتا ہے۔ کسی معروف گروپ کے ہاتھ میں لگام نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بالکل آزاد اور خودسر ہیں۔ جب بھی جو چاہے کرنے کے لئے آزاد ہیں اور کسی وقت بھی کچھ کرگزر سکتے ہیں۔ اس کا ایک اور خطرناک پہلو یہ ہے کہ اسلحہ سماج میں بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اسلحہ کے زور پر اور اس کی نمائش کے ذریعے مخصوص لوگوں کے دلوں میں خوف بٹھانے کی جو کوششیں معروف گروپوں کی جانب سے شروع کی گئی تھیں اب وہ ایک طریقہ بن گیا ہے۔ جس کو کوئی بھی جب بھی چاہے اختیار کرسکتا ہے۔ اس میں جہاں ان کی غلطی ہے جنھوں نے پہلی بار ایسا کیا وہیں ان کی غلطی بھی اب سمجھ میں آنے لگی ہے جنھوں نے اس طرح کی کوششوں کو خاموشی سے برداشت کیا۔ اب انہیں اس کا احساس ہونے لگا ہے کہ گن کلچر کے نقصانات کیا ہوتے ہیں؟ ابتداء میں تو اس کو ایک خاص ذہنیت سے مغلوب ہوکر کیا گیا اور ایک خاص ذہنیت کے تحت اس کو خاموشی سے برداشت کرکے اس کو پھیلایا گیا لیکن جب یہ بات طے پاگئی کہ یہ ایک طریقہ ہے اپنے مقاصد کے حصول کا جس کو کبھی بھی اور کوئی بھی استعمال کرسکتا ہے تو اس کی خطرناکی کا اندازہ ہوا اور لوگ ہوش میں آئے لیکن اب تو وقت بہت پیچھے رہ گیا۔ اس پر قابو پانا مشکل سے ناممکن ہوتا چلا جارہا ہے۔

غزہ حملے میں ظالم اور مظلوم ایک ہی درجے میں کیوں؟

ایمنسٹی انٹرنیشنل کی اس رائے سے شاید ہی دنیا کا کوئی بھی انصاف پسند اتفاق کرے کہ اسرائیلی درندگی اور فلسطینیوں کی مزاحمت دونوں یکساں جرم ہیں

انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے پہلی بار فلسطینیوں پر صہیونی جارحیت سے متعلق ایک ایسی رپورٹ پیش کی ہے جس میں ظالم اور مظلوم اور مجرم و متاثر فریق دونوں کو ایک ہی درجے میں رکھا ہے۔ غزہ پر حالیہ اسرائیلی حملے کے تعلق سے اس نے جو رپورٹ تیار کی ہے اس میں حیرت انگیز طور پر اسرائیلی درندگی اور فلسطینیوں کی مزاحمت دونوں کو ہی جنگی جرائم قرار دیا ہے جس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل ہے کہ اصلاً قصوروار کون ہے؟ شاید اسی لئے فلسطینی تنظیم حماس نے رپورٹ کو غیر منصفانہ اور غیر متوازن قرار دیتے ہوئے اس کو مسترد کردیا ہے۔ ویسے رپورٹ کو تو اسرائیل نے بھی مسترد کردیا ہے اور اس کی شکایت یہ ہے کہ انسانی حقوق کی تنظیم نے رپورٹ تیار کرتے وقت مغرب اور اسرائیل کے اس نظریے کو پیش نظر نہیں رکھا کہ حماس ایک دہشت گرد تنظیم ہے اور وہ اسرائیل کو تسلیم نہیں کرتی۔ حالانکہ جو شکایت مغرب اور اسرائیل کو حماس سے ہے وہی شکایت حماس کو مغرب اور اسرائیل سے ہے کہ وہ بھی تو اسے مسلسل نظر انداز کرنے اور بائیکاٹ کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں اور اس کو اعتماد میں لئے بغیر خطے کے سب سے پیچیدہ مسئلے کا حل تلاش کرنا چاہتے ہیں۔

غزہ پر حالیہ اسرائیلی حملے کے بعد وہاں کی تباہی کا جائزہ کئی بین الاقوامی تنظیموں اور اداروں نے لیا، ان میں ایمنسٹی انٹرنیشنل کے علاوہ کئی اور انسانی حقوق کی تنظیمیں شامل ہیں۔ اقوام متحدہ کے امدادی ادارے نے بھی اپنے طور پر انکوائری کی۔ عربوں کی نمائندہ تنظیم عرب لیگ بھی تباہی کا جائزہ لینے کے لئے ایک ٹیم بھیجنے والی ہے۔ بادی النظر میں سبھی نے اسرائیل ہی کو جنگی جرائم کا مرتکب قرار دیا تھا۔ خود اقوام متحدہ کے امدادی ادارے کی بھی یہی رائے تھی، لیکن ایمنسٹی انٹرنیشنل نے ایک ایسی رپورٹ تیار کرکے اپنے ہیڈکوارٹر لندن سے جاری کردی جس کو پڑھ کر کم ازکم یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگا کہ قصوروار اور ظالم کون فریق ہے اور متاثر ومظلوم کون ہے۔ دراصل ایمنسٹی انٹرنیشنل نے انسانی حقوق کے نظریے سے اپنی رپورٹ تیار کی ہے اور جس کو بھی انسانی حقوق کی پامالی کا مرتکب پایا ہے اس کو قصوروار قرار دے دیا ہے۔ جنگی ضوابط بین الاقوامی مجرمانہ قوانین اور اخلاقی اصولوں کو اس نے پیش نظر نہیں رکھا ہے۔ اسی لئے اس کے نزدیک غزہ حملے کے تناظر میں اسرائیل اور حماس میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حماس کے راکٹ حملوں کا بہانہ کرکے اسرائیل نے غزہ میں تین ہفتوں تک جس درندگی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس میں تیرہ سو سے زیادہ فلسطینی ہلاک اور ہزاروں زخمی ہوئے تھے۔ ہلاک شدگان اور زخمی فلسطینیوں میں نصف تو خواتین اور بچے تھے۔ جبکہ صرف تیرہ اسرائیلی ہلاک ہوئے تھے جن میں دس فوجی بھی شامل تھے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ اسرائیل اور حماس دونوں نے غیر ملکی ہتھیاروں کا استعمال ایک دوسرے کے شہریوں کے خلاف کیا۔ اس کی بنیاد پر ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل پر زور دیا ہے کہ وہ ان دونوں فریقوں کو اسلحہ کی فراہمی پر پابندی عائد کردے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کا کہنا ہے کہ اسرائیل نے جہاں امریکہ کی جانب سے فراہم کردہ فاسفورس اور دیگر بموں کا استعمال کیا۔ حماس نے اسرائیل کے خلاف راکٹ حملے کئے۔ اسرائیل نے تو مذکورہ ہتھیاروں کے استعمال کا اعتراف کیا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ اس نے ہتھیاروں کے استعمال کے معاملے میں بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ جس طرح مغربی ممالک ان ہتھیاروں کا استعمال کرتے ہیں اسی طرح اس نے بھی کیا یعنی اس نے ہتھیاروں کے استعمال کے لئے جواز بین الاقوامی قوانین کو نہیں بلکہ مغربی ممالک کے طرز عمل کو بنایا۔ دوسری طرف حماس کا کہنا ہے کہ اس نے جو بھی راکٹ حملے کئے وہ سبھی دیسی نوعیت کے تھے، اس کے بنائے ہوئے تھے، بیرون ملک سے حاصل نہیں کئے گئے تھے۔ غرضیکہ دونوں کی اپنی اپنی دلیل ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے جو مطالبہ کیا ہے اس سے پہلی بار امریکہ اور مغربی ممالک کٹہرے میں کھڑے نظر آرہے ہیں جو حماس کو غیر ملکی اسلحہ کی فراہمی پر روک لگانے کا شور تو خوب مچاتے ہیں لیکن دوسری طرف اسرائیل کو فلسطینیوں یا دیگر پڑوسی ممالک پر جارحیت کے لئے بڑے پیمانے پر اسلحہ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ مشرق وسطیٰ کے مسئلے کو پیچیدہ بنانے میں اسرائیل کے ساتھ ساتھ ان کا بھی بہت بڑا رول ہے۔ اگر وہ اسرائیل کو تحفظ کے نام پر ہتھیاروں کی فراہمی پر روک لگادیں تو بہت حد تک اسرائیلی جارحیت میں کمی آجائے گی اور قیام امن پر مجبور ہوجائے گا۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کا یہ مطالبہ تو صحیح ہے لیکن غزہ حملے کے تناظر میں اسرائیل اور حماس کو ایک ہی درجے میں رکھنا سراسر ناانصافی ہے۔ فلسطینیوں کی حق تلفی ہے۔ ایک تو ان ہی کا نقصان ہوا اور ان کو بھی اسی صف میں شامل کردیا گیا جس نے غزہ پر غیر ضروری جنگ تھوپی اور اس میں کامیابی کو وقار کا مسئلہ بناتے ہوئے اسے طول دیا لیکن جب ناجائز مقاصد کے حصول میں ناکام رہا تو خود ہی یکطرفہ جنگ بندی کا اعلان بھی کردیا۔ یہ صرف فلسطینیوں کا نہیں بلکہ پوری دنیا کے تمام انصاف پسند لوگوں کا موقف ہے کہ غزہ میں فلسطینیوں کے ہولوکاسٹ علاقہ کی تباہی اور انسانی حقوق کی پامالی کے لئے صرف اسرائیل ذمہ دار ہے اور اسی کے خلاف جنگی جرائم کا مقدمہ بین الاقوامی عدالت میں چلنا چاہئے اور اس کے لئے اسے سزا ملنی چاہئے۔

●●

معاشی بحران اور ہمارے اقدامات

تحریر: گورڈن براؤن

وزیراعظم آف برطانیہ

ترجمہ: محمد صفدر سحر

یہ مشکل وقت ہماری قوم کی اقدار اور کردار کی آزمائش ہے۔ اس لئے موجودہ معاشی بحران کے باوجود ہمیں نہ صرف معاشرے کے پسے ہوئے افراد کو تحفظ فراہم کرنا ہے بلکہ اپنے آپ کو تیار کرنا ہے کہ مستقبل میں کسی ایسے بحران سے خوش اسلوبی کے ساتھ نمٹا جاسکے۔ ہمارا مستقبل یہ ہے کہ فضا میں کاربن کی مقدار کم کی جائے، خدمات اور اشیاء کی پیداوار کی بہترین تکنیکوں کو استعمال میں لاتے ہوئے پیداوار عمل کو بہتر بنایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم سائنس، شجرکاری، مہارت اور ڈیجیٹل تکنیکوں پر سرمایہ کاری کررہے ہیں جن پر ہماری معیشت کا انحصار ہے اور اسی بنیاد پر ہم اپنے اخراجات میں تخفیف کے خیال کو رد کرتے ہیں، لیکن اس حوالے سے یہ بنیادی حقیقت ذہن میں رہے کہ مقابلے کی معیشت میں برتری کے لئے ہمیں اپنے سرمائے کو مؤثر طور پر استعمال میں لانا ہوگا جس کے لئے ضروری ہے کہ بینکوں کے نظام میں اصلاحات کی جائیں تاکہ وہ زیادہ ذمہ دارانہ کردار ادا کرسکیں۔

بینکوں کے لئے لوگوں کے دل میں موجود غصے کو میں نہ صرف سمجھتا ہوں بلکہ کسی حد تک لوگوں کا اس معاملے میں ہم خیال ہوں لیکن صرف غصے کا اظہار مسائل کا حل نہیں ہے بلکہ برطانیہ کو اپنے بینکنگ سسٹم کی تشکیل نو اور اصلاح اس طرح کرنی ہے کہ وہ دنیا کی رہنمائی کرسکے۔

بینکوں کا بنیادی مقصد انتہائی سادہ ہے کہ یہاں لوگ اپنی بچتوں کو محفوظ طریقے سے رکھ سکیں اور ان لوگوں کو قرضہ دیا جاسکے جو سرمایہ کاری کرنا چاہتے ہوں، لیکن ہم نے یہ یقینی بنایا ہے کہ بینک اپنے اس فرض سے عمدگی کے ساتھ عہدہ برآ ہوں، اس کے لئے نہ صرف ہمیں بینکوں کو بلکہ ان کے قواعد وضوابط کو بھی مناسب طریقے سے تبدیل کرنا ہوگا۔ بینکوں کو اپنے کھاتہ داروں اور معیشت، دونوں کے طویل المدت مفادات کو مدنظر رکھنا ہوگا بجائے اس کے کہ وہ صرف بینکاروں کے قلیل المدت مفاد کو ہی پیش نظر رکھیں۔

یہ ہیں وہ بنیادیں جس پر نئے بینکنگ سسٹم کی بنیادیں رکھنی ہوں گی اور اس کے لئے ہمیں قلیل المیعاد بونس کلچر کے خاتمے سے اپنی شروعات کرنی ہے۔ گزشتہ ہفتے سے ہی ہم نے اس پروگرام کا آغاز آر بی ایس میں تبدیلیوں سے کردیا ہے۔ طویل المیعاد منصوبہ بندی کے ضمن میں صنعت میں بونس سسٹم کو ختم کردیا گیا ہے اور اگر کارکردگی میں بہتری نہیں آتی تو پھر بھاری ٹیکس لگائے جائیں گے۔

اس حوالے سے دوسری بنیاد بینکوں کے گورننس سسٹم کو بہتر بنانا ہے۔ ان کے بورڈز میں یہ مہارت اور طاقت ہونی چاہئے کہ وہ بینک انتظامیہ کو چیلنج کرسکیں اور انہیں ان خطرات سے بھی آگاہی ہونی چاہئے جو کمپنی لیتی ہے۔ اس لئے ڈیوڈ واکرز کی سرکردگی میں تیار ہونے والا ریویو یہ تخمینہ لگائے گا کہ کیا بورڈ کے ممبروں میں یہ صلاحیت موجود ہے؟ اور کیا وہ انتظامیہ کو مانیٹر کرنے کے لئے درست اقدامات کرسکتے ہیں۔؟

ہمیں قومی اور بین الاقوامی سطح پر نافذ العمل قواعد کو بھی اپنانا ہوگا۔ مثال کے طور پر جہاں بینک سٹہ بازی (Speculation) کررہے ہوں، وہاں طویل المیعاد سرمایہ کاری کے لئے سرمائے کی زیادہ ضرورت ہوگی۔ وہ تمام مارکیٹیں اور تنظیمیں جو عالمی معیشت سے مفاد حاصل کررہی ہیں، انہیں بین الاقوامی قواعد کی پیروی کرنی پڑے گی۔ جو بھی ادارے بین الاقوامی سطح تک رسائی رکھتے ہیں ان پر وہی اصول نافذ ہوں گے جو بین الاقوامی سطح پر رائج ہیں، نا کہ مقامی قواعد وضوابط۔ لیکن قواعد وضوابط کے اس نئے نظام کی تشکیل کے ساتھ قومی سطح پر ہمارے ذہنوں میں یہ واضح ہے کہ ہم بینکوں سے کیا چاہتے ہیں اور ہم پر یہ بھی واضح ہے کہ جن لوگوں کی آمدنی کا دارومدار بینکوں پر ہے وہ ان بینکوں سے کیا چاہتے ہیں؟ بینکر اور کھاتے دار کے درمیان عدم اعتماد کی کیفیت کو اعتماد میں بدلنا ہی بینکوں کا حقیقی سرمایہ ہے اور اسی کے لئے یہ اقدامات کئے گئے ہیں۔ لیکن ایسا ان بین الاقوامی بینکوں کی قیمت پر نہیں کیا جائے گا جو برطانیہ کی زیر سرپرستی ہیں۔ ہمارے نظام میں تنگ نظری پر مبنی یا ''محفوظ معیشت'' قسم کے ماڈل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ عالمی مالیات اور لیکوڈ کیپٹل مارکیٹ کی وجہ سے ہماری معیشت نے بے تحاشا فوائد حاصل کئے ہیں۔ ہم بین الاقوامی نظام تجارت کو الوداع نہیں کہہ رہے بلکہ ہم اس بین الاقوامی کامرس، مالیات اور تجارت میں مرکزی کردار ادا کرنے کی تیاری کررہے ہیں۔

اس وقت ہماری معیشت کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ گزشتہ سال برطانیہ کی قرضہ دینے کی صلاحیت میں نمایاں کمی آئی ہے۔ چاہے وہ غیر ملکی بینک ہوں یا وہ ادارے جو بین الاقوامی کیپٹل مارکیٹ پر انحصار کرتے ہیں۔ انٹرنیشنل اور انویسٹمنٹ بینکوں کی نشوونما کے ساتھ ساتھ نئے نظام کی روشنی میں، جو چند مہینوں میں روبہ عمل ہوگا، ہم نے یہ بھی یقینی بنایا ہے کہ ہم برطانیہ میں بھی مضبوط کمپی ٹیٹو (Competitive) بینکنگ کو فروغ دیں جو نئے بزنس کے لئے قرضے دے اور جو لوگ مکان خریدنا چاہتے ہیں ان کو مارگیج کی سہولت دے۔ مختصراً میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہمیں مضبوط بزنس، مارگیج اور سیونگ بینک کی ضرورت ہے۔

ہم ''محدود بینکنگ'' کے آپشن پر غور نہیں کررہے (جیسا کہ بعض لوگ کہہ رہے ہیں) ہم برطانیہ میں روایتی سیونگ اور مارگیج بینکنگ کی بازیافت کی کوشش کررہے ہیں جس میں مناسب اور محتاط شرائط پر قرضے دیئے جائیں، نہ صرف ان لوگوں کو جن کے وسیع ڈپازٹ بینکوں میں جمع ہوں بلکہ ان خریداروں کو بھی جن کی آمدنیاں محدود ہیں، جو اپنا گھر لینا چاہتے ہیں اور جو بڑی بچتیں نہیں کرسکتے۔ ایسا برطانیہ میں پہلی بار ہونے جارہا ہے۔ ہمیں مکان مالکوں کو بہتر خدمات مہیا کرنا اور ہاؤس مارکیٹ کی حوصلہ افزائی کے درمیان توازن قائم کرنا ہے۔ اگرچہ یہ بینکوں اور ہاؤسنگ سوسائٹیوں کا فرض ہے لیکن ہم نے فنانشیل سروس اتھارٹی کو کہا ہے کہ وہ اس معاملے پر غور کرے۔

بینکوں کو اس بات پر بھی توجہ مرکوز کرنی ہوگی کہ وہ برطانیہ میں بزنس مینوں کو قرضہ فراہم کریں تاکہ کاروبار فروغ پائیں اور ملازمتوں کے نئے مواقع پیدا ہوں۔ اس کے لئے ہم کو اس بے یقینی کے خاتمے کے لئے کوششیں کرنی ہوں گی جو بینکوں میں پائی جاتی ہیں۔ (جو نئی اصلاحات کے نتیجے میں ان کے نفع کے متعلق پیدا ہوئیں)۔ ہمیں یہ بھی یقینی بنانا ہے کہ مستقبل میں ابھرتا یہ بینکنگ سسٹم ان تمام ضروریات کی کفایت کرے اور ہماری معیشت کا غلام ثابت ہو، نہ کہ اس کا آقا بننے کی کوشش کرے۔ (''دی آبزرور'')

●●

امریکہ پھر سے مضبوط ہوکر ابھرے گا/ اوباما

امریکہ کے صدر بارک اوباما نے امریکی کانگریس سے اپنے پہلے خطاب میں کہا ہے کہ اگرچہ امریکی معیشت کمزور پڑگئی ہے اور امریکی عوام کے بھروسے کو دھچکا لگا ہے، لیکن پھر بھی امریکہ زیادہ مضبوط ہوکر ابھرے گا۔ 'ہم اسے دوبارہ بنائیں گے، ہم بحال ہوجائیں گے'۔ یہی وقت ہے کہ جرأت اور دانشمندی سے فیصلے کئے جائیں۔ امریکی کانگریس کے ایوانِ نمائندگان اور سینیٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے صدر بارک اوباما نے کہا کہ ان کے اقتصادی منصوبے سے دوبارہ ترقی ہوگی۔ صدر بارک اوباما نے سات سو ستاسی ارب ڈالر کے اس اقتصادی منصوبے کو کافی جدوجہد کے بعد گزشتہ ہفتے کانگریس سے منظور کروالیا تھا اور اب وہ بجٹ کے اعلان کی تیاری کررہے ہیں۔ انھوں نے کانگریس کو بتایا کہ وہ جس بجٹ کی تیاری میں مصروف ہیں اس کی تین ترجیحات ہیں: توانائی، حفظانِ صحت اور تعلیم۔ انھوں نے کہا کہ یہ تینوں چیزیں امریکہ کے مستقبل کے لئے نہایت اہم ہیں۔ انھوں نے کہا کہ وہ پہلی مرتبہ عراق اور افغانستان میں جاری جنگ کا پورا خرچہ بجٹ میں شامل کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ دونوں جنگوں میں جاری امریکی پالیسیوں کا ازسر نو جائزہ لیا جارہا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ اتحادیوں سے مشاورت کے بعد افغانستان، پاکستان اور القاعدہ اور شدت پسندی سے نمٹنے کے لئے نئی حکمت عملی تیاری کی جائے گی۔ امریکی صدر نے کانگریس کو بتایا کہ فضول خرچی کا دور اب ختم ہونا چاہئے۔

وہ دورانِ صدارت حکومتی خسارے کو کم کرکے آدھا کردیں گے۔ انھوں نے کہا کہ اگلے دس برسوں میں دو کھرب ڈالر بچائے جاسکتے ہیں۔ ان تعلیمی پروگراموں سے پیسے بچائے جائیں گے جن کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ان خسارے کے سودوں سے جن کی وجہ سے عراق میں اربوں ڈالر برباد ہوئے اور دفاعی بجٹ کی اصلاحات سے جو کہ سرد جنگ کے زمانے کے فضول ہتھیاروں کے نظام کو ختم کریں گی۔

دعوت

ایک غیر معمولی پیشکش

جماعت اسلامی ہند کے ساٹھ سال

بزرگ شخصیات کی نظر میں

● جماعت اسلامی ہند کا قیام اور اس کا پس منظر ● حالات اور مسائل ● ساٹھ سالہ سفر کا اتار چڑھاؤ
● مشکلات اور آزمائشیں ● تجربات ومشاہدات ● خدمات ● اہداف ● پیش رفت

جماعت کی بزرگ، تجربہ کار اور جہاں دیدہ شخصیات کے احساسات کی روشنی میں ایک دستاویزی پیشکش جس سے ملک میں تحریک اسلامی کی بنیادوں اور اس کی تاریخ کو سمجھنے میں مدد ملے گی اور تحریک کو مضبوط اور مزید فعال بنانے میں رہنمائی حاصل ہوگی۔

تاریخ اشاعت ۲۸ر مارچ ۲۰۰۹ء

مزید تفصیل آئندہ شماروں میں

فکر معاصر

اسے کیا کہتے ہیں؟

ڈاکٹر سبرامنیم سوامی جو معروف سیاسی رہنما ہیں انہیں ۱۷ رفروری کے دن مدراس کی ایک عدالت کے کمرے ہی میں وکیلوں نے تشدد کا نشانہ بنایا، بپھرے ہوئے وکلاء نے کمرۂ عدالت میں بند کر کے ان پر گھونسوں کی بارش کردی۔ ان وکیلوں میں کچھ خواتین وکلاء بھی شامل تھیں جنہوں نے کچھ زیادہ ہی شدت پسندی کا مظاہرہ کیا۔ ان وکیلوں کو مسٹر سوامی پر اس لئے غصہ آیا تھا کہ وہ تملناڈو میں ایل ٹی ٹی ای کے شدت پسندوں کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، وکیلوں نے اس تشدد کا مظاہرہ مسٹر جسٹس پی کے مشرا اور مسٹر جسٹس چندرویر کی عدالت میں ان کی موجودگی میں کیا۔ وکلاء کی آئینی اور اخلاقی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ مظلوموں کی مدد کریں اور آئینی بنیاد پر انہیں انصاف دلانے کی کوشش کریں۔ یہ ذمہ داری ہمارے سماج میں وکلاء ہمیشہ سے نباہتے چلے آرہے ہیں اور آج بھی بڑی حد تک یہ سلسلہ جاری ہے، ہمیں یہاں اس بات کو چھیڑنا نہیں ہے کہ اکثر عدالتوں میں ظالم اور مظلوم کی شناخت دشوار ہوجاتی ہے کہ دونوں فریق کے وکیل اپنے مؤکلوں کو بے قصور منوانے کے لئے سارے آئینی حربے استعمال کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں کبھی کبھی بے خطا شہری بھی بری سے بری سزا کے مستحق قرار دے دیئے جاتے ہیں۔ بنیادی طور پر وکیلوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ مظلوموں کو قانون کے وسیلے سے انصاف دلانے کی کوشش کریں۔ یہ کام آسان بھی ہوسکتا تھا اگر خطا کار افراد اپنا قصور عدالت میں تسلیم کرلیں مگر وہ ایسا نہیں کرتے ہمارے اکثر وکلاء بھی اپنے خطا کار مؤکلوں کے قصور سے اچھی طرح واقف ہونے کے بعد بھی انہیں بے قصور ٹھہرانے پر ساری قوت صرف کردیتے ہیں اور اکثر مواقع پر قصورواروں کو فائدہ بھی ہوتا ہے اور مظلوموں کو یا تو مایوسی ہوتی ہے یا پھر وہ جھوٹے الزامات کے تحت سزا بھگتنے پر مجبور کردیئے جاتے ہیں۔

اس حقیقت کو ہمارے دستور اساسی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ ہر شخص کو آزادی رائے کا حق حاصل ہے اور اپنی بات کہنے کا حق بھی حاصل ہے۔ اگر اس اظہار حق سے کسی تصادم کا خطرہ نہ ہو۔ سری لنکا میں تملوں اور سرکار کے درمیان جو مسلح تصادم کا سلسلہ برسوں سے جاری ہے اس ٹکراؤ میں ظالم کون ہے اور مظلوم کون ہے، اس پر روشنی ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ سری لنکا میں ایک آئینی حکومت ہے اور وہاں کے شہریوں کو اس آئین کا احترام کرتے ہوئے کوئی تحریک چلانے کا حق بھی حاصل ہے مگر اس تحریک کو کسی جنگ میں بدلنا خلاف آئین ہے۔ راجیو گاندھی کے عہد اقتدار میں حکومت ہند نے سری لنکا کی حکومت کی درخواست پر تمل ایلم کے خلاف فوجی کارروائی بھی کی تھی جس کی پاداش میں راجیو گاندھی کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا تھا۔ اب سبرامنیم سوامی اگر سری لنکا کے تملوں کو حق پر نہیں مانتے تو یہ ان کا اپنا فیصلہ ہے جسے تشدد کے ذریعے بدلنے کی کوشش کی حمایت دنیا کا کوئی بھی قانون نہیں کرے گا اور پھر اگر اس طرح کی کوئی کوشش سماج کے اس طبقے کی جانب سے ہو جس کا وجود ہی اس لئے ہو کہ وہ سماج کے بے قصور لوگوں کو انصاف دلائے گا اور پھر اسی طبقے سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ اگر قانون ہاتھ میں لے لیں تو پھر آئین کا تحفظ کون کرے گا؟ ہم سبرامنیم سوامی کے حمایتی نہیں ہیں، ہمیں ان کی سیاسی قلابازیوں کا بھی علم ہے تاہم وہ اس میدان میں اکیلے نہیں ہیں اور بھی کچھ لیڈر ایسے دستیاب ہوسکتے ہیں، ایسے لوگوں سے ہم اگر علیحدگی اختیار کرتے ہیں تو ہمیں اس کا حق ہے مگر یہ اختیار کسی کو بھی نہیں ہے کہ وہ کسی شخص پر محض اس لئے تشدد کرے کہ وہ شخص اپنی رائے ہم سے مختلف رکھتا ہے۔ خصوصیت سے وہ طبقہ جو نہ صرف قانون سے واقف ہے بلکہ قانون کے وسیلے سے مظلوموں کو انصاف بھی دلاتا ہے اس کی جانب سے اگر اس طرح کی قانون شکنی ہو تو انصاف دم توڑ دے گا۔ ایسے اشارے ملے ہیں کہ عدالت ان قانون شکن وکیلوں کے خلاف کوئی چارہ جوئی بھی کرسکتی ہے اگر ایسا ہوا تو اس سے ہمارے آئین خصوصاً عدالتی نظام کو تقویت حاصل ہوگی کیونکہ بعض وکلاء کے ذریعے ہونے والی قانون شکنی کا بہت خراب اثر سماج دشمنوں پر پڑسکتا ہے جو قانون کا مذاق اڑاتے رہتے ہیں۔

(آزاد ہند، کولکاتا)

یہ کوئی نئی بات نہیں ہے

ترجمہ: ایس اے قدوائی

نائن الیون کا افسوسناک واقعہ صیہونیوں اور اسلام دشمن قوتوں کا سوچا سمجھا منصوبہ تھا جس کا اصل مقصد مسلمانوں سے نمٹنے اور ان پر کاری ضرب لگانے کا بہانہ تلاش کرنا تھا۔ اس واقعے کے فوراً بعد امریکہ اور اس کے حواری یورپی ممالک نے سارا الزام مسلمانوں کے سر تھوپ کر انہیں رسوا اور تہ تیغ کرنے کا جو سلسلہ شروع کیا تھا وہ آٹھ سال سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد آج بھی بلا روک ٹوک جاری ہے۔ جہاں تک نائن الیون کے حملوں میں مسلمانوں کے ملوث ہونے کا تعلق ہے تو خود امریکہ اور یورپ کے سنجیدہ اور غیر جانبدار حلقے اور تجزیہ نگار اس بودے اور بے بنیاد امریکی پروپگنڈے کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں، اور حقائق وشواہد کی بنیاد پر امریکی فریب کا پردہ چاک کرچکے ہیں۔ اس کھلی حقیقت کو یکسر فراموش کردیا گیا ہے کہ امریکہ اور یورپ کے سرمایہ دارانہ استحصالی نظام اور انسانیت سوز سلوک کے خلاف پسے اور کچلے ہوئے مظلوم طبقات کا احتجاج اور ''تنگ آمد بہ جنگ آمد'' کے مصداق ظلم وجبر کے نظام سے نجات کے لئے جذبۂ انتقام پر مبنی اقدامات اور کارروائیاں کوئی نئی یا انوکھی بات نہیں بلکہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ یہ سلسلہ یورپ اور امریکہ میں خاصے طویل عرصے تک جاری رہا۔ پھر یورپ اور امریکہ کے استبدادی نظام کا دائرہ دنیا کے دیگر ممالک تک وسیع ہوا تو مقامی سطح پر ظلم وجبر کی مزاحمت اور مخالفت کا سلسلہ بھی ناگزیر تھا۔ آج ناانصافی اور ظلم کے خلاف ہر جدوجہد دہشت گردی قرار پائی ہے اور مخالفین کو بڑی آسانی سے اسلامی دہشت گرد قرار دے کر اسلام سے گہری وابستگی رکھنے والوں کا بڑی بے رحمی سے خون بہانا جائز ٹھہرا ہے۔

ہفت روزہ نیوز ویک (شمارہ ۱۶ر فروری ۲۰۰۹ء) میں ڈیوڈ ویلس ویلز کی اس تحریر میں یورپ اور امریکہ میں تاریخی تناظر میں دہشت گردی کے واقعات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

۱۹۲۰ء میں ماہ ستمبر کی ایک صبح زیریں مین ہٹن میں وال اسٹریٹ پر ایک گھوڑا گاڑی نمودار ہوئی اور جے پی۔ مورگن کی عمارت کے سامنے رک گئی اور پھر ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ یہ ویگن، جسے دنیا کی پہلی کار بم کے نام سے جانا جاتا ہے، غالباً ماریو بوڈا نامی ایک اطالوی انتہا پسند نے مہیا کی تھی جس پر سو پونڈ ڈائنامائٹ اور پانچ سو پونڈ کاسٹ آئرن سلگز لدی ہوئی تھیں۔ زیادہ سے زیادہ کارگر اور ہلاکت خیز بنانے کی غرض سے یہ دھماکہ خیز مادہ نیویارک کے اس مصروف ترین کاروباری مالی مرکز میں لنچ کا وقفہ شروع ہونے پر اڑایا گیا جس میں ۳۹ افراد ہلاک اور سیکڑوں زخمی ہوئے اور جو اوکلاہوما سٹی پر بمباری کے واقعے تک امریکی تاریخ میں دہشت گردی کا بدترین واقعہ تصور کیا جاتا رہا۔

عمارت پر بم حملے کے نشانات آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ بیورلے گیج کی تحریر ''جس دن وال اسٹریٹ کے چیتھڑے اڑے'' ہمیں اس واقعہ اور اس سے جنم لینے والے دہشت گردی کے دور کی یاد تو دلاتی ہے مگر ہماری قومی یادداشت اسے کم وبیش فراموش کرچکی ہے۔ یہاں تک کہ مورگن بلڈنگ پر کوئی یادگاری تختی تک نصب نہیں ہے۔ سال بہ سال ستمبر کے مہینے آئے اور گزر گئے، پھر ۱۱ ستمبر گزرنے کے بعد اسکالرز اور پبلشرز اسلام کے ساتھ مغرب کے پرتشدد مقابلوں اور تصادم کی تاریخ کھنگالنے اور پیش کرنے کے لئے دوڑ پڑے۔ لیکن دہشت گردی سے ہمارے پہلے مقابلے کے بارے میں نسبتاً بہت کم لکھا گیا ہے جس کا دائرہ بیسویں صدی کے اختتام پر دونوں جانب سے متعدد دہائیوں پر محیط ہے جب مختلف رنگ ونسل کے انتہا پسندوں نے جو صنعتی سرمایہ داری کی شقاوت اور بے رحمی سے دہشت زدہ اور اس کی حامی ریاستی طاقت پر سخت مشتعل اور غضبناک تھے، ظلم وستم کے ذمہ دار افراد کے خلاف ہتھیار اٹھا لئے اور نظام تمدن کی علامتوں کو بموں کا نشانہ بنانے اور لیڈروں کے قتل کا سلسلہ شروع کردیا اور تشدد کا ایسا چلن اختیار کیا جس کی رو سے ان کی اس جدوجہد کے نتیجے میں ہر قتل قابل معافی ٹھہرا۔ زیلا مالکوز نے یورپ میں مطلق العنانیت کی کشش کے بارے میں اظہار خیال کرتے وقت جب یہ لکھا کہ وہ امریکنوں کی اخلاقی صفات کو سنجیدگی سے نہیں لیتا کیونکہ دور جدید میں اس قوم کو اپنے طرز زندگی کے خلاف کسی تشدد سے کبھی واسطہ ہی نہیں پڑا تو مالکوز دراصل آسان لفظوں میں اس کی ہولناک تاریخ کا حوالہ دے رہا تھا۔ رچرڈ ہوفسٹیڈر نے نسبتاً زیادہ وضاحت اور صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے لکھا کہ تشدد کے حوالے سے امریکنوں کی یادداشت بے حد کمزور بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور اس نے اس رائے کا اظہار کیا کہ بعد از جنگ شائستگی اور کشادہ دلی پر متفق صرف ایک ہی نسل اس ملک کو عشروں کی خونریز شورش اور فساد کی طرف سے آنکھیں بند کرلینے کے لئے کافی تھی اور جو اپنے پیچھے سوچنے اور غور کرنے والوں کی یاددہانی کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئی تھی۔

وال اسٹریٹ کا حملہ تو اس کی بہت معمولی جھلک تھی۔ شکاگو کی ''ہے مارکیٹ'' پر پھینکے گئے بم سے آٹھ پولیس اہلکار ہلاک اور لاتعداد احتجاجی کارکن زخمی ہوئے۔ لاس اینجلس ٹائمز کے دفاتر میں ڈائنامائٹ دھماکوں سے ۲۱ کارکن ہلاک اور سیکڑوں زخمی ہوئے۔ اپریل ۱۹۱۹ء میں شرپسندوں نے ممتاز امریکی سیاستدانوں، تاجروں اور صحافیوں کو تیس لفافہ بم بھیجے جنہیں ''یوم مئی'' کے موقع پر پھٹنا تھا لیکن ناکافی پوسٹیج کی وجہ سے چند ہی لفافے اپنے ہدف تک پہنچ پائے۔ ان میں سے ہر کارروائی کا مقصد بھی ایک صدی بعد اسلامی دہشت گردی کے پروپگنڈے کی طرح محض ایک قابل نفرت طاقت پر ضرب لگانے تک محدود نہیں تھا، بلکہ عوام کی ہمدردیاں حاصل کرنا، اس طاقت کے خلاف جاری جدوجہد کی ''حقیقی نوعیت'' منکشف کرنا اور دہشت گردی سے زیادہ آسودہ اور مطمئن حلقوں پر اس سماجی نظام کی کمزوری ظاہر کرنا مقصود تھا جو ان کی پرتشدد انقلابی کارروائیوں میں مانع اور مزاحم تھے۔ اور ایسی ہر کارروائی میں عوام صرف حملوں سے ہی خوفزدہ نہیں ہوئے بلکہ ان کے پس پشت کارفرما فتنہ انگیز نیٹ ورک کے منڈلاتے ہوئے سائے سے بھی خائف تھے۔ یہ آسیبی سایہ پوری دنیا پر منڈلا رہا تھا۔ دہشت گردوں کا ایک ایسا ڈھیلا ڈھالا بین الاقوامی اتحاد جو ہر جگہ مستحکم بنیاد پر استوار نظام کے لئے خطرہ بن گیا تھا۔ جیسا کہ جان میری مین نے اپنی نئی تصنیف ''دی ڈائنامائٹ کلب'' میں پیرس (فرانس) میں دہشت گردی کی تاریخ پر روشنی ڈالی ہے۔ انیسویں صدی کا فرانس تقریباً مسلسل اور بڑی کثرت سے پرتشدد واقعات اور انتشار پسند قوتوں اور ریاست کے درمیان کشمکش سے دوچار تھا۔ ان انتشار پسند قوتوں نے ۱۸۸۱ء میں روسی زار کو قتل کیا۔ ۱۸۹۴ء میں فرانس کے صدر اور ۱۸۹۷ء میں اسپین کے وزیر اعظم کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ انھوں نے ۱۸۹۸ء میں آسٹریا کی ملکہ اور پھر ۱۹۰۱ء میں امریکی صدر ولیم میکنلے کو ہلاک کیا۔ اٹلی کے شاہ امبرٹو اول نے کہا تھا کہ ''میں قتل کے دھڑکے کو ایک پیشہ ورانہ خطرہ سمجھتا ہوں''۔ وہ ۱۸۷۸ء کے ایک قاتلانہ حملے میں تو بچ گئے مگر ۱۹۰۰ء میں انہیں بھی قتل کردیا گیا۔

میری مین کا کہنا ہے کہ آج کے اسلامی (اسلامسٹس) دہشت گردوں کے ساتھ ان کی مماثلت کو دیکھتے ہوئے ان کا موازنہ کئے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔ آج کے اسلام پرستوں کی طرح جو ایک ایسی خلافت بحال کرنا چاہتے ہیں جو مغربی طاقت اور اس کے مشرق وسطیٰ کے لے پالکوں کے اثرات سے پاک ہو، انتشار پسند اپنے مقصد کو دفاعی سمجھتے تھے اور جو توسیع پذیر ریاستی طاقت اور صنعتی اختیارات کا جواب تھا۔ اسلام پرستوں کی طرح انتشار پسند دہشت گردوں نے بھی پروپگنڈے کی عملی شکل کے طور پر تشدد کا طریقہ اختیار کیا تھا اور دکھا بھی دیا کہ وہ نظریاتی بحث مباحثے کے کٹھن کام پر بھرپور اور فیصلہ کن عملی کارروائی کو ترجیح دیتے ہیں۔ تاہم ان دونوں گروپوں میں مماثلت سے زیادہ ان کے درمیان موجودہ عدم مماثلت غالباً سب سے زیادہ اہم ہے اور انتشار پسند دہشت گردوں کے ساتھ ہمارے اپنے خونیں رشتوں اور تعلق کا بہت نمایاں اظہار ہوتا ہے۔ یہ انتشار پسند مرد اور عورتیں لادین لوگ تھے جو فرض اور قربانی کے رومان پرور نظریات تو رکھتے تھے مگر آزادی اور مساوات کی سیکولر اقدار کو عزیز رکھتے تھے۔ وہ خود کو انقلاب فرانس اور روشن خیالی کے علمبرداروں کا حقیقی وارث تصور کرتے تھے، انارکی پر یقین رکھنے والے یہ لوگ جدید معاشرے سے خود مختاری اور فرد کی توقیر کو پہنچنے والے نقصان کا تو بڑا واویلا کرتے تھے مگر بڑی حد تک اپنے علامتی حملوں میں درجنوں افراد کی ہلاکت کی انہیں کوئی پروا نہیں تھی۔ ان میں انتقام کا یہ جذبہ بے توقیری کی وجہ سے نہیں بلکہ ناانصافی کی وجہ سے پیدا ہوا تھا اور نادانی پر مبنی احتجاج کا یہی جذبہ ہمیں آج بھی کارفرما نظر آتا ہے۔ اس کا مقصد بھی ایک آزادانہ نظام کی بدلی ہوئی شکل کے فروغ کے خلاف احتجاج کا احمقانہ طریقہ ہے جس کے تحت ہم آج بھی زندگی گزار رہے ہیں۔ تاہم ہمارے دور کے جتنے بھی واقعات گزشتہ حالات سے جتنی بھی گہری مماثلت رکھتے ہوں مگر انتشار پسندی پر مبنی دہشت گردی نہ تو ایک آزاد معاشرے کے عملی دفاع میں آج بھی ہماری کوئی رہنمائی کرتی ہے اور نہ ہی دہشت گردی کی روک تھام کے سلسلے میں اس سے کوئی سبق ملتا ہے۔ لیکن تاریخ ہمیں نہیں بتاتی کہ ہم ایک خطرناک عہد میں جی رہے ہیں جو کوئی انوکھے خطرات نہیں ہیں اور روشن خیالی پر مبنی اقدار پہلے بھی دہشت گردانہ سوچ پر غالب آچکی ہیں۔ مگر یہ کامیابی دہشت گرد قوتوں کو شکست دے کر حاصل نہیں ہوئی ہے بلکہ ترقی پسندانہ قانون سازی، یونین سازی، اجرتوں میں اضافے اور شہری آزادیوں کے باضابطہ دائرہ عمل میں ان کی شمولیت کے ذریعے حاصل ہوسکی۔

●●

پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

ظفر عاقل

صدر سوسائٹی جامعۃ الصفہ ورنگل اے اپی

آخرت کی کٹھن منزل سے لاپروائی ایک بڑے گھاٹے کا سودا ہے۔ آج کی مادی دنیا کی مفاد پرستی کے چلن نے ہماری سوچ وفکر کے دھاروں کو آنے والے کل سے جبکہ زندگی کی شام ہوجائے گی، غافل کر رکھا ہے۔ انسان تن آسانیوں اور عیش کوشیوں کا خوگر بن چکا ہے۔ صبح کے سورج کی گرمی اور روشنی نے دن بھر کی ہماری کیفیات اور زندگی کے سارے نظام کو ایسی تاریکی میں لا چھوڑا ہے کہ عقل اس بھیانک گھٹاٹوپ اندھیرے میں سوائے اپنے نفس کے مطالبے اور حیوانی خواہشات کے جال میں پھنسنے اور دھنسنے کے کسی اور بات کو سمجھنا ہی نہیں چاہتی۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ قبر آخرت کے مراحل میں سب سے پہلا مرحلہ ہے۔ اگر آدمی کو یہاں سے چھٹکارا مل جائے تو بعد کے مراحل اس کے لئے آسان ہوں گے اور اگر یہاں چھٹکارا نہیں مل سکا تو بعد کے مراحل اس کے لئے سخت تر ہوں گے۔ دنیا کی اس مختصر زندگی کے بعد لامتناہی اصل زندگی شروع ہوگی اور لوگوں کو ان کی دنیاوی زندگی کا ایک ایک عمل بتادیا جائے گا۔ انسانوں کی زندگی کا مکمل محاسبہ میدان حشر میں کیا جانے والا ہے جہاں لوگ مادرزاد ننگ دھڑنگ سرپٹ اپنے پیدا کرنے والے کے دربار میں پیشی کے لئے بھاگے چلے جارہے ہوں گے جہاں کوئی کسی کے کام آنے والا نہیں ہوگا اور شفاعت نبی کا حقدار صرف وہ ہوگا جس نے اللہ کے سوا کسی اور کو معبود نہیں تسلیم کیا ہو اور جو ساتھ ہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا آخری رسول مانتا ہو اور یہ گواہی اور شہادت بھی اس طرح دیتا ہو کہ اس کی زبان اس کے دل کی اور اس کا دل اس کی زبان کی تصدیق کرتا ہو۔ یعنی سچے دل سے توحید ورسالت کو ماننا اور اعلان بھی کرنا یعنی منافقانہ ایمان نہ ہو اور نہ ہی قول وعمل میں تضاد ہو۔

ایک حدیث میں جس کو بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میری سفارش اس کے لئے ہوگی جس نے پورے دل کے خلوص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہا ہوگا۔

چنانچہ جہاں لازم ہے کہ ہم اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے متمنی ہوں وہیں اس قول صادق کو بھی پیش نظر رکھنا لازم ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ کی عدالت سے آدمی ہٹ ہی نہیں سکتا جب تک اس سے پانچ باتوں کے بارے میں حساب نہیں لے لیا جاتا۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ عمر کن مشاغل میں گزاری؟ دین کا علم حاصل کیا تو اس پر کہاں تک عمل کیا؟ مال کن ذرائع سے حاصل کیا اور جو بھی مال کمایا یا حاصل کیا اس کو کہاں اور کس طرح خرچ کیا؟ اور آخر میں یہ کہ جسم کو کس کام میں گھلایا؟'' (ترمذی، ابوہریرۃ اسلمیؓ)

یہی وجہ تھی کہ ہماری طرح آخرت کی غفلت کے شکار ہونے کی بجائے اللہ کے نیک بندوں حتیٰ کہ اصحاب النبی ﷺ کی صورتحال یہ تھی کہ وہ نیک اعمال اور توبہ و استغفار کرتے رہنے کو اپنے لئے لازم کرچکے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ کاش میں کوئی گھاس پھوس کا تنکا ہوتا کہ آخرت کی بازپرس سے بچ جاتا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ معاملہ بھی ہمارے سامنے آتا ہے کہ وہ کہتے کاش عمرؓ کو اس کی ماں نے نہ پیدا کیا ہوتا۔ آخرت کی بازپرس اور اس کی سنگینی کا حال اس سے زیادہ اور کیا عیاں ہوگا جب آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو تلقین کرتے اور اس کے لئے تیاری کرتے رہنے کے لئے کہتے۔ چنانچہ قرآن مجید کے بعد دو صحیح اور مستحکم کتابوں یعنی بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہمیں یہ حدیث ملتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے قریشی لوگو! اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کی فکر کرو، میں خدا کی گرفت سے تم کو کچھ بھی نہیں بچا سکتا''۔ اے عبد مناف کے خاندان والو! میں تم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کچھ بھی ٹال نہیں سکتا''۔ اے عباس ابن عبدالمطلب (حقیقی چچا) میں اللہ کے ہاں تمہارے کچھ بھی کام نہیں آسکتا''۔ اے صفیہ (حقیقی پھوپھی) میں تم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ذرا بھی ہٹا نہیں سکتا''۔ اے میری بیٹی فاطمہؓ تجھے میرے مال سے جتنا چاہے دے سکتا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کچھ بھی ہٹانا ممکن نہیں۔ پس اپنے آپ کی فکر کرو کہ ایمان وعمل ہی وہاں کام آئیں گے''۔

ان ارشادات کی روشنی میں ہمیں چاہئے کہ اپنے اعمال اور اپنی زندگی کے ایک ایک گوشے پر کڑی نظر رکھیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے بہترین طریقے کے مطابق اپنی زندگی گزاریں کیونکہ خوف وامید کے بیچ کی راہ ہی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ ہماری پسند وناپسند اور اختیار وترک حتیٰ کہ اپنی محبت ونفرت کا دارومدار کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوجائے۔ اس کے لئے لازم ہے کہ ہم سب سے پہلے اس حیثیت سے واقف کار بنیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کیا ہیں؟ زندگی کے ہر معاملے میں واقف کاری، جاننے اور معلوم کرنے و سیکھنے کا طرز وطریقہ اختیار کیا جائے۔ اگر ہم دین اسلام کے ان پہلوؤں سے اپنی زندگی کو منور کرنے کی بجائے اندھیرے میں اپنے آپ کو رکھنے کا جاہلانہ طور وطریقہ اپناتے ہیں تو ظاہر ہے یہ ایک طرف تو غلط طریقہ ہوگا دوسری طرف اس طرح کا رویہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے والا اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا موجب بھی بنے گا۔

بخاری ومسلم نے نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی سب سے ہلکی اور آخری شکل کو اس طرح بیان فرمایا کہ جہنم میں سب سے ہلکا اور معمولی عذاب یہ ہوگا کہ آدمی کے دونوں پیروں کے نیچے دو چنگاریاں رکھ دی جائیں گی جس سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا جیسے چولہے پر رکھی دیگچی کھولتی ہے۔ ترمذی کی روایتوں میں آتا ہے کہ آدمی کے اعمال کے بارے میں زمین گواہی دے گی۔ بلکہ اس عظیم اور پرجلال انصاف کے دن کی کیفیات یہاں تک بیان کی جاتی ہیں کہ آدمی کے خلاف خود اس کے اعضاء گواہی دیں گے جبکہ اس کی زبان سے بولنے کو روک دیا جائے گا۔ ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ حیادار اور سخی ہے جب کوئی بندہ اپنے دونوں ہاتھ اس کے آگے پھیلاتا ہے تو ناکام خالی ہاتھ لوٹاتے اسے شرم آتی ہے''۔ (سلمان فارسیؓ، ابوداؤد، ترمذی)

چنانچہ ایک بندے کو چاہئے کہ جہاں بہترین اعمال کا خزانہ اس کے ساتھ ہو، وہ دعا بھی کرتا رہے کہ دعا ہمیں، امید بھری حوصلہ افزاء فرحت بخش اور ایمان افروز احادیث کی روشنی میں، خدائے ذوالجلال والاکرام اور ستارالعیوب وغفارالذنوب کے وسیع تر دامن رحمت کے سائے میں واپس لوٹا دیتی ہے اور بندہ حال وقال سے مناجات الٰہی کی سرگوشیوں میں یوں اپنے ہاتھ اور اپنا دامن پھیلا دیتا ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ کسی سے میں خوش ہوں یا ناراض، دونوں حالتوں میں میری زبان سے انصاف کی بات نکلے، اور غریبی وخوشحالی دونوں حالتوں میں صحیح راہ اختیار کرنے کی توفیق دے اور میں تجھ سے اس خوشحالی کا طلب گار ہوں جو ختم نہ ہوگی اور آنکھوں کی وہ ٹھنڈک چاہتا ہوں جو ہمیشہ باقی رہے گی اور تیرے فیصلے پر راضی ومطمئن رہنے کی درخواست کرتا ہوں اور میں تیرے دیدار کی لذت اور ملاقات کے اشتیاق کی درخواست کرتا ہوں، میں کسی تباہ کن تکلیف اور کسی گمراہ کن فتنہ کا شکار نہ ہوں، اے اللہ ہماری زندگی کو ایمان سے آراستہ کردے اور ہم لوگوں کو سیدھی راہ پر چلنے والے اور سیدھی راہ دکھانے والے بننے کی توفیق دے۔ (ترغیب)

●●

فلسطینیوں کی جرأتمندی

رؤف عامر

جبران نے کہا تھا کہ ظلمت کسی بھی دور کی ہو اس کا انجام صرف اور صرف ذلت ورسوائی میں پنہاں ہے۔ اسرائیل نے حماس کے ساتھ ہونے والی جنگ بندی کی دھجیاں اڑا کر فلسطینیوں کو حوالہ بارود کے حوالے کرنے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ اسرائیل کے وزیر خارجہ زپی لیونی نے یروشلم پوسٹ کے ایک بیان میں برملا تسلیم کیا کہ خطے میں قیام امن کے لئے یہودیوں کو آدھا اسرائیل چھوڑنا پڑے گا۔ یہودی وزیر خارجہ کے اس معمولی جملے میں صیہونیت کی کتر بیونت سچ کی طرح عیاں ہوتی ہے۔ وزیر خارجہ کے بیان کا آسان مفہوم یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ یہودی کسی قیمت پر اسرائیل خالی نہیں کریں گے۔ یوں قضیہ فلسطین یہودیت کی بربریت کے آتش فشاں میں نہ صرف سلگتا رہے گا بلکہ معصوم فلسطینیوں کا گوشت بھی آگ و بارود کے شعلوں میں سڑتا رہے گا۔ اسرائیل نے حماس کو ختم کرنے کے لئے غزہ پر بائیس روز میزائلوں وبموں کی ایسی ہولناک بارش کی کہ آج غزہ کھنڈرات اور راکھ کا ڈھیر بن چکا ہے۔ یہودیوں کی وحشیانہ جبلت پر چند سوالات قلب وذہن کے دروازے پر دستک دیتے ہیں کہ انسانیت درندگی کی کس پستی میں جاگری؟ بہیمیت کا ننگا راج کیوں جاری وساری ہے؟ عالمی ضمیر میں زندگی کی رمق باقی کیوں نہیں؟ کیا حمیت وغیرت کا جنازہ اٹھ چکا ہے؟ کیا اسلامی بھائی چارے کے رشتے مفقود ہوچکے ہیں؟ کیا غلامی کی کوئی انتہا نہ رہی؟ کیا بے حسی ومادہ پرستی ہماری نس نس میں سرایت کرچکی ہے؟ کیا قتل وغارت سکہ رائج الوقت بن گئی ہیں؟ کیا معصوموں کے کٹے پھٹے لاشے وخون کی بہتی ندیاں عالمی تہذیب وتمدن کا طرہ امتیاز بن گئی ہیں؟ کیا آج کا مہذب انسان شرف انسانیت و تہذیب وتمدن کو لحد میں اتار چکا؟ کیا تبدیلیوں کی اس پر سربراہ سلطنت ہونے والے بارک اوبامہ بھی صیہونیوں کے ایجنڈے پر کاربند ہوچکے ہیں؟ یہ اور ان گنت سوالات ایسے ہیں جو فلسطین پر صیہونی شیطانیت کے بدترین مناظر دیکھ کر انسان کیا اعصاب شل کردیتے ہیں۔ وحشیانہ درندگی کے ایسے دل سوز مناظر پہلے کسی نے نہ دیکھے ہوں گے مگر فلسطینیوں کی استقامت کو سلام کرنا چاہئے جو اپنے سامنے اپنے دو ماہ کے بچوں کو میزائلوں کی خونخواری کا شکار بنتے ہوئے دیکھتے ہیں مگر ان کے جوش وجذبے اور پائے استقلال میں کسی قسم کی لغزش نہیں آتی۔ ایک طرف اسرائیلی طیاروں کی سفاکیت آمیز بمباری شروع ہوتی ہے تو دوسری طرف فلسطینی لوگ مساجد میں اللہ اکبر کی صدائیں اور رب تعالیٰ کی کبریائی کے نغمے بلند کرتے ہیں۔

وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اسرائیل اور اس کا سرپرست امریکہ کرہ ارض کو تباہ کرنے والے ہتھیاروں سے لیس ہیں جو پل بھر میں غزہ کی ساری بستی کو بھسم کرسکتے ہیں۔ فاسفورس بم وکیمیائی ہتھیار سارے فلسطینیوں کو زندگی کے آزار سے نجات دلا سکتے ہیں مگر وہ پھر بھی مزاحمت سے باز نہیں آتے۔ منزل آزادی کی طرف ان کے قدم رواں دواں رہتے ہیں۔ آزادی کی تڑپ ان کے دلوں سے محو نہیں ہوتی اور سر اٹھا کر جینے کی تمنا موت کے گھاٹ نہیں اتر جاتی۔ چاروں طرف سے محصور فلسطینیوں نے جرأت وبہادری کی لازوال داستانیں انتہائی کرب بھرے حالات میں رقم کیں۔ دشمنوں کے ساتھ ساتھ ان کے ہم مذہب بھائی جن کا نام مسلمان ہے وہ بھی ان کی نسل کشی کے لئے یہودیوں کے شانہ بشانہ تھے۔ صیہونیوں نے غزہ میں انسانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا۔ در ودیوار کو خون میں نہلا دیا مگر دکھ تو یہ ہے کہ مسلم دنیا اور سارے عرب رہنما منہ میں گھگھیاں ڈالے خاموش تماشائی بنے رہے۔ مسلم حکمراں امریکہ سے جنگ بندی کی اپیلیں کرتے رہے۔ کعبے کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھنے والے حکمراں ہلکی سی جھری بھی نہ لے سکے۔ او آئی سی اپنی تابندہ روایت کی امین بنی رہی۔ امریکہ کی نئی انتظامیہ سے قضیہ فلسطین کے منصفانہ حل کی امید کرنے والے مسلمان نفسیاتی مرض کا شکار ہیں کیونکہ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ تل ابیب و اوائٹ ہاؤس ایک ہی بلا کا نام ہے۔ دونوں کی ڈریکولائی جبلت میں مسلمانوں وفلسطینیوں کو بھنبھوڑنے کی مشترکہ خونیں سرشت شامل ہے۔ امریکہ کی تمام خارجہ پالیسیاں طاقتور صیہونی لابیوں کے پنجۂ استبداد میں بند ہیں۔ یہودیوں کے حالیہ غیظ وغضب پر کئی غیر ملکی حکمراں چلا اٹھے اور انھوں نے مطالبہ کیا کہ مڈل ایسٹ کے اس خونخوار بھیڑیے کو عالمی عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے۔ مگر تبدیلیوں کے

باقی صفحہ ۸ پر

قرآن مجید کی امتیازی خصوصیات

مولانا قاری ہدایت اللہ خاں

بے مثل کلام:

(اے نبیؐ) کہہ دو کہ اگر انسان و جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لاسکیں گے، چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں"۔ (بنی اسرائیل:88)

قرآن مجید کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ بے مثل کلام ہے یعنی اس کی طرح نہ تو کوئی دوسرا کلام موجود ہے اور نہ ہی بن سکتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار معجزات میں سے سب سے بڑا معجزہ خود قرآن مجید ہے۔ عربی ادب کی تاریخ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ عربی ادب بلاشبہ بہت عظیم الشان علمی ذخیرہ ہے اور عربی ادب کی تاریخ میں بے شمار ایسے فصیح و بلیغ ادیب اور شعراء گزرے ہیں کہ جنہوں نے ہر دور میں گراں قدر کلام کیا ہے، لیکن جب قرآن کا نزول ہوا تو یہی فصاحت و بلاغت کے کوہ گراں قرآن کے سامنے ریزہ بھی ثابت نہ ہوسکے اور کسی شاعر و ادیب نے کبھی کہیں ایسا کلام نہیں کیا اور نہ کہہ سکا جو قرآن مجید کے مثل ہوسکے۔ اس لیے کہ انسان چاہے کتنا فصیح و بلیغ کیوں نہ ہوجائے، کتنی ہی کتابیں اس کے حافظے کی زینت کیوں نہ بن جائیں لیکن بہر حال وہ انسان ہی ہے، اور انسان اپنے خالق کے کلام کے برابر کہاں کہہ سکتا ہے! قرآن لفظی لحاظ سے بھی معجزہ اور معنوی اعتبار سے بھی معجزہ ہے کہ جس کی نظیر لانے سے انسان عاجز ہے۔ عرب کی فصاحت و بلاغت اور ان کی زبان کے تنوع اور وسعت کا عالم یہ تھا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ "ہم بولنے والے ہیں اور باقی سب گونگے ہیں"۔ یعنی عربی کی فصاحت دوسری زبانوں کے مقابلے میں اتنی فصیح تھی جیسا کہ بولنے والا گونگے سامنے فصیح اور قادر الکلام ہوتا ہے۔ عرب کی یہ فصاحت ان کی خاصیت تھی ورنہ وہ علاقہ تو جزیرہ تھا لیکن ان کی فصاحت کا عالم یہ تھا کہ اونٹوں اور گھوڑوں وغیرہ کے لیے اور ان کے جسم کے مختلف اعضاء مثلاً گردن، آنکھیں، کمر، ٹانگیں اور ان کی حرکات مثلاً بھاگنا، چلنا، دیکھنا وغیرہ کے لیے سیکڑوں الفاظ کا ذخیرہ تھا اور یہی نہیں بلکہ جس طرح وہ اپنے آباء و اجداد کے سلسلۂ نسب کے حافظ تھے اور بلا جھجک تمام نسب بیک نشست بیان کرنے پر قادر تھے اسی طرح وہ جانوروں کے نسب کے بھی حافظ تھے اور ان کے تمام نسب انہیں ازبر ہوتے تھے۔

عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا عالم تو یہ ہے کہ بعض شعراء نے اس طرح کے اشعار بنائے ہیں کہ شعر کے پہلے مصرعے میں ذکر کیے گئے تمام الفاظ و حروف منقوط یعنی نقطے والے ہیں تو اسی شعر کے دوسرے مصرعے کے تمام الفاظ غیر منقوط۔ اسی طرح یہ شاہکار بھی عربی ادب میں ملتا ہے کہ کسی شعر کا پہلا لفظ منقوط ہے تو دوسرا غیر منقوط، تیسرا پھر منقوط تو چوتھا غیر منقوط۔ اور اسی شعر کے دوسرے مصرعے کو پہلے کے بالکل برعکس لکھا گیا ہے، اور عربی ادب کے ادیبوں نے تو یہاں تک بھی کمال کا مظاہرہ کیا ہے کہ نثر میں ایسے جملے لکھے ہیں کہ جنہیں الٹا پڑھا جائے تو وہ بالکل ویسے ہی ہوں گے جیسے سیدھے پڑھے جاتے ہیں۔ یہ تو عربی ادب کی ایک ہلکی سی جھلک ہے ورنہ عربی ادب کا مطالعہ کیا جائے تو قدم قدم پر تعجب کلمات زیر مطالعہ آتے ہیں۔ بہر حال قرآن ایسے ماحول میں نازل ہوا اور پھر قرآن ان کو کھلا چیلنج دیتا ہے کہ کوئی اس کا مثل یعنی اس جیسا کلام بنا کر لے آے۔ لیکن وہ عرب جو فصاحت و بلاغت میں ایک ممتاز مقام کا حامل ہے، قرآن کے اس چیلنج کا جواب دینے سے قاصر ہے۔ قرآن میں پانچ مقامات پر اس چیلنج کا ذکر کیا گیا ہے، قرآن کی مثل لانے کا ذکر سورۃ بنی اسرائیل میں اس طرح ہے" (اے نبیؐ) کہہ دو کہ اگر انسان و جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لاسکیں گے، چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں" (بنی اسرائیل: 88)۔ اس آیت میں تمام انس و جن کو کہا گیا ہے کہ اس قرآن کی مثل کوئی نہیں بنا کر لاسکتا، اسی طرح کا مضمون سورۃ یونس میں اس طرح ہے" کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے اسے خود تصنیف کرلیا ہے؟ کہو، اگر تم اپنے اس الزام میں سچے ہو تو ایک سورۃ اس جیسی تصنیف کرلاؤ اور ایک خدا کو چھوڑ کر جس جس کو بلا سکتے ہو مدد کے لیے بلالو' (یونس:38) اس آیت میں بھی یہی مضمون ہے کہ تمام جن و انس مل کر بھی قرآن کی مثل لانا چاہیں تو نہ لاسکیں گے۔ پھر تیسری جگہ سورۂ ہود میں دس سورتیں بنا کر لانے کا ذکر اس طرح ہے" کیا یہ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے یہ کتاب خود گھڑلی ہے؟ کہو، اچھا یہ بات ہے تو اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں تم بنالاؤ اور اللہ کے سوا اور جو جو (تمہارے معبود) ہیں ان کو مدد کے لیے بلاسکتے ہو تو بلالو اگر تم (انہیں معبود سمجھنے میں) سچے ہو" (ہود:13) اسی طرح سورۂ بقرہ میں ایک سورت کے بنانے کے چیلنج کا ذکر ہے: "اگر تمہیں اس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے، یہ ہماری ہے یا نہیں، تو اس کے مانند ایک ہی سورت

> **قرآن مجید کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ بے مثل کلام ہے یعنی اس کی طرح نہ تو کوئی دوسرا کلام موجود ہے اورنہ ہی بن سکتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار معجزات میں سے سب سے بڑا معجزہ خود قرآن مجید ہے۔ عربی ادب کی تاریخ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔**

بنالاؤ، اپنے سارے ہمنواؤں کو بلالو، ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس جس کی چاہو مدد لے لو، اگر تم سچے ہو تو یہ کام کر کے دکھاؤ، لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا، اور یقیناً کبھی نہیں کرسکتے، تو ڈرو اس آگ سے، جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر، جو مہیا کی گئی ہے منکرین حق کے لیے" (بقرہ:23تا24)۔

یہاں تک تو مکمل قرآن کی مثل، دس سورتوں کی مثل اور ایک سورت کی مثل بنا کر لانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اب آخری بات جو قرآن بطور چیلنج کہتا ہے وہ یہ کہ اگر تم یہ بھی نہیں کرسکتے تو ایک آیت ہی بنالاؤ۔ سورۃ طور میں فرمایا: "کیا یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے قرآن خود گھڑ لیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ ایمان نہیں لانا چاہتے، اگر یہ اپنے اس قول میں سچ ہیں تو اسی شان کا ایک کلام بنالائیں" (طور:33تا34)۔

یہ وہ پانچ مقامات ہیں جہاں قرآن ان اہل فصاحت و بلاغت کو چیلنج دیتا ہے کہ کوئی اس قرآن یا اس کے مندرجات کی مثل بنا کر لاسکتا ہے تو لے آئے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ گزشتہ چودہ صدیاں اس بات پر گواہ ہیں کہ آج تک باوجود اس قابلیت کے کوئی قرآن کی مثل نہ لاسکا اور آئندہ قیامت تک اس کی مثل کوئی نہیں لاسکتا۔ مذکورہ بالا آیات میں جو دلائل پیش کیے گئے ہیں وہ دراصل تین قسم کی دلیلوں سے مرکب ہیں، اولاً یہ بات کہ خود قرآن اپنی زبان، اسلوب بیان، طرز استدلال، مضامین، مباحث، تعلیمات اور اخبار غیب کے لحاظ سے معجزہ ہے اور اس طرح کا کلام بنانا انسانی فطرت کے دائرے سے باہر کا کام ہے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ عرب کی زبان اور قرآن کی عربی میں ادب کا فرق ہے، قرآن میں بہت اعلیٰ درجے کا ادب بیان کیا گیا ہے جسے بعض مفسرین نے اس طرح تعبیر فرمایا ہے کہ جیسے ایک اردو ہے اور ایک اردوئے معرّیٰ (غیر منقوط اردو) دونوں میں ادب کے درجات کے لحاظ سے فرق ہے۔ ثانیاً کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اچانک تو عرب میں نمودار نہ ہوئے تھے۔ بلکہ چالیس سال گزارنے کے بعد نبوت ملی تھی، اور یہ چالیس سال بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی لوگوں کے درمیان گزارے تھے۔ یہ بات کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں کسی ادارے میں یا کسی خاص شخص سے تعلیم حاصل نہیں کی تھی بلکہ وہ تو امی تھے، تو کیسے وہ قادر ہوگئے اچانک اتنا اعلیٰ کلام کہنے پر! یقیناً یہ ان کا ذاتی کام نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ نزول وحی سے ایک دن پہلے تک بھی لوگوں نے ان سے ایسا کلام نہیں سنا، تو لامحالہ یہ کلام ربانی ہی ہے۔ ثالثاً یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن سنا کر اچانک کہیں غائب تو نہیں ہوجاتے تھے بلکہ اسی معاشرے میں رہتے تھے۔ تو کہا یہ جارہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام اور قرآن کے کلام میں جو واضح فرق ہے اس کو محسوس کیوں نہیں کیا گیا اور صرف ہٹ دھرمی پر ہی قیام رکھا گیا۔ لہٰذا یہ تینوں قسم کے دلائل ان آیات میں بیان کیے گئے ہیں کہ یہ کلام ربانی ہے اور اس کی مثل لانے سے سارے جن و انس عاجز ہیں اور یہ قرآن کی خصوصیت ہے۔

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری مدنیؒ اپنی تفسیر "انوار البیان' میں فرماتے ہیں:

"اس میں قرآن مجید کا اعجاز بیان فرمایا ہے اور فرمایا کہ سارے انسان اور سارے جنات آپس میں مل کر ایک دوسرے کے مددگار بن کر اگر یہ کوشش کریں کہ قرآن جیسی کوئی چیز بنا کر لے آئیں تو ہرگز نہیں لاسکیں گے، قرآن مجید معجزہ ہے اور سراپا معجزہ ہے، اس کی تالیف و نظم میں بلاغت کا وہ کام ہے جس کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا۔ قرآن کے عہد اول سے تمام فصحاء و بلغاء کو یہ چیلنج ہے کہ اس جیسی ایک سورۃ بنا کرلے آو، مگر آج تک عاجز ہیں۔ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں اور آپ کی امت آخر الامم ہے اور قیامت تک آپ کی دعوت سارے انسانوں کے لیے ہے اس لیے آپ کو بہت سے معجزات جو آپ کی حیات طیبہ میں کثیر تعداد میں دیے گئے ان کے علاوہ ایک ایسا معجزہ بھی دے دیا گیا جو ہمیشہ کے لیے معجزہ ہے اور وہ قرآن کریم ہے" کیا یہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا دلوں پر ان کے قفل لگے ہیں؟" قرآن حکیم کے طرز بیان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے قرآن میں ہر قسم کے عمدہ مامین مختلف طریقوں سے بیان کیے ہیں۔

اس میں عبرتیں بھی ہیں، مواعظ بھی ہیں، احکام بھی ہیں، وعدے بھی ہیں، وعیدیں بھی ہیں، قصص بھی ہیں، ترغیب و ترہیب بھی ہے، اور امر و نواہی بھی ہیں، معاشرت کا طریقہ بھی بتایا ہے اور اخلاق و آداب کا بیان بھی ہے، مابعد الموت کی خبریں بھی ہیں، حشر و نشر کی تفصیلات بھی ہیں، اور مضامین کو بار بار دوہرایا گیا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود اکثر لوگ اس کے انکار پر تلے ہوئے ہیں۔"

(بحوالہ: انوار البیان فی کشف اسرار القرآن، مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری مدنی، جلد5، ص391-392 ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

محمد عطاء کریم مھونوی، عالم گنج، پٹنہ

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہ قرآ، وہی فرقاں، وہی یٰسں، وہی طٰہٰ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت انسانی زندگی کا ایک اہم جز ہے۔ بلکہ دنیا اور آخرت کی کامیابی و کامرانی کے لیے ان کی ذات سے محبت لازمی ہے۔ اس لیے کہ اس کے بغیر کوئی شخص کامیاب ہوسکتا ہے اور نہ ہی رضائے الٰہی اس کو حاصل ہوسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت پڑھتے ہیں تو سیکڑوں اس طرح کی مثالیں ملتی ہیں، جس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ انہیں کس قدر اللہ کے رسول کی بات کا یقین تھا اور ان میں کس قدر جانثاری کا جذبہ تھا۔ یہی ان کی کامیابی کی دلیل ہے۔ اس سلسلہ میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جاں نثاری کے چند واقعات درج ہیں:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے معراج سے سرفراز فرمایا تو اس کی خبر ہر طرف عام ہوگئی۔ کفار و مشرکین نے اس کا مذاق اڑایا۔ انہی میں سے ایک شخص ابوجہل بھی تھا جو اس میں پیش پیش تھا۔ معراج کے دوسرے دن اس کی ملاقات حضرت ابوبکرؓ سے ہوتی ہے تو وہ ان سے کہتا ہے کہ تمہارا کیا خیال ہے اس شخص کے متعلق جو یہ کہتا ہے کہ میں اللہ سے راتوں رات ملا، اور پھر واپس آیا تو دیکھتا ہوں کہ بستر بھی گرم ہے اور زنجیر بھی ہل رہی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ اس پر ابوجہل نے فوراً کہا کہ ایسا تو تمہارے دوست محمد کہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت ابوبکرؓ فوراً بول پڑتے ہیں تب تو یہ بات یقیناً ہوسکتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس لیے کہ انہیں یہ یقین تھا کہ اللہ کے رسول نے جو بات کہی وہ غلط ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ تو ان کے یقین کا حال تھا۔ اب جاں نثاری کی بھی چند مثالوں پر غور کریں۔

سخت گرمی کا موسم ہے۔ آپؐ اپنے معمول کے خلاف دوپہر میں حضرت ابوبکرؓ کے دولت کدے پر تشریف لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں سے تمام لوگوں کو ہٹادو۔ حضرت ابوبکرؓ نے حکم کی تعمیل کی۔ اللہ کے رسولؐ نے ان کو ہجرت کی اجازت کے بارے میں بتایا کہ اللہ نے ہم کو اس کی اجازت دے دی ہے۔ اس پر اس جاں نثار رسول نے فرط خوشی میں سوال کیا کہ" کیا اس مبارک سفر میں ہمیں بھی آپ کی ہمراہی کا موقعہ ملے گا؟ رسول اللہؐ نے اثبات میں جواب دیا۔ اب اس جاں نثار رسول کی خوشی کی انتہامت پوچھیے۔ اس سفر کی تیاری میں اپنی پوری قوت صرف کردی اور ساتھ ہی اپنے گھر کا تمام اثاثہ بھی اپنے ہمراہ لے لیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو اس کی بھی فکر نہ ہوئی کہ بچے کیا کھائیں گے اور ران کا کیا حال ہوگا؟ اس لیے ان کے جانے کے بعد ان کے گھر میں کچھ بھی باقی نہ رہا اس پر ان کے والد ابوقحافہ (جو نابینا تھے اور اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے) اپنی پوتی سے پوچھتے ہیں۔ کیا تمہارے باپ نے تمہارے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے؟ قربان جایئے جاں نثار باپ کی جاں نثار بیٹی پر۔ اس نے فوراً جواب دیا۔ دادا جان! ابا جان نے بہت کچھ چھوڑا ہے اور بہت ہی خوش اسلوبی سے ایک کپڑے میں چند پتھر رکھے اور دادا سے کہا یہ رہے دراہم و دینار۔ انہوں نے اسے ہاتھ سے دیکھا تو ان کو یقین ہوگیا کہ واقعی ابوبکرؓ نے کچھ مال چھوڑا ہے۔

اس کے بعد صادق و امین اور ثانی اثنین کی یہ جوڑی چلی۔ چلتے وقت سوچا کہ مکہ کے لوگوں کی امانت ایک شخص کے حوالے کردی جائے تاکہ میری عدم موجودگی میں وہ اس کو اس کے مالک تک پہنچادے۔ اس کام کے لیے آپ کی نگاہ اپنے ایک جاں نثار صحابی اور عزیز حضرت علیؓ پر پڑی۔ حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اللہ نے ہمیں ہجرت کی اجازت دے دی ہے۔ چنانچہ ان تمام امانتوں کو ان کے مالکوں تک پہنچادینا۔ اس کے بعد ہم سے آملنا اور آج رات میرے اس بستر پر میری اس چادر کو اوڑھ کر سوجانا۔ ذرا تصور کریں باہر دشمنوں کا غلبہ ہو تو کون اس کام کے لیے راضی ہوگا؟ اور کیا اس حالت میں اس کو نیند آئے گی؟ لیکن ان کو یقین بھی تھا اور محبت بھی اور آپؐ کی محبت انہیں ہر چیز سے مقدم تھی۔ انہیں اپنی جان کی پروا نہ تھی اور نہ فکر۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اس رات مجھ کو جتنی اچھی نیند آئی دوسری کسی رات میں نہ آئی۔ اب ہجرت کا یہ قافلہ اپنی منزل (مدینہ) کی طرف چلا۔ ہر طرف دشمنوں کا خطرہ تھا اس لیے ان لوگوں کو راستہ میں کئی موقعوں پر رکنا پڑا۔ ہر جگہ اس جاں نثار نے جاں نثاری کی جو مثال پیش کی تاریخ کی کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں۔ آخر میں ان کی محبت اور جاں نثاری کی ایک اور مثال ملاحظہ کریں جس نے اسلامی تاریخ کو مضبوط و مستحکم کیا اور مملکت اسلامی کے قیام میں سنگ میل کا کام انجام دیا۔

حضورؐ کے وصال کے بعد یہ جذبہ حد کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ ہر شخص آپؐ کے وصال کے غم میں اپنے غموں کو بھول جاتا ہے۔ کئی جاں نثاران رسولؐ اس خبر سے منحرف ہونے لگتے ہیں۔ اسی موقع پر ایک واقعہ پیش آتا ہے۔ رسول اللہ نے اپنے آخری ایام میں ایک فوج کی تشکیل کی جس کا امیر حضرت اسامہؓ کو مقرر کیا۔ اس پر بہت سارے صحابہ نے اعتراض کیا لیکن آخر میں یہ طے پایا کہ وہی امیر رہیں گے۔ یہ فوج کچھ ہی دور گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور اس فوج کو واپس آنا پڑا۔ خلافت کی ذمہ داری حضرت ابوبکرؓ کے حوالے کی گئی۔ اس وقت یہ وقت یہ حال تھا کہ بہت سے قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا تھا، ہر طرف فتنہ فساد برپا تھا۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیار کردہ فوج بھی مدینہ میں تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس فوج کو روانہ ہونے کا حکم دیا۔ اس پر بڑے بڑے صحابہ نے اعتراض کیا کہ اس حالت میں فوج کو نہیں بھیجنا چاہیے۔ اسے ابھی مدینہ میں ہی رہنا چاہیے کہ ابھی مدینہ کی حالت اچھی نہیں ہے اور مرتدوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جارہا ہے، لیکن حضرت ابوبکرؓ نے یہ کہتے ہوئے یہ مشورہ ماننے سے انکار کردیا کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر بنایا ہو اسے میں روانہ نہ کروں، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ دوسری طرف ان لوگوں سے وصولی زکوٰۃ کا مسئلہ تھا۔ لوگوں نے مشورہ دیا کہ (باقی صفحہ ۸)

نماز باجماعت میں عورتوں کی شرکت کا مسئلہ

عدیل اختر

رام پور میں عید الاضحیٰ کے موقع پر عیدگاہ کے قریب ایک رہائشی مکان میں مالک مکان نے اپنے کچھ اہل تعلق کی خواہش پر ان کی خواتین کے لیے عید کی نماز کا اہتمام کیا تھا۔ اور دیگر اہل تعلق کو بھی بتادیا تھا کہ اگر وہ اپنی خواتین کو عید کی نماز میں شریک کرانا چاہیں تو ان کے گھر پر لاسکتے ہیں۔ یہ ایک نجی اور پرائیوٹ معاملہ تھا، لیکن اس کا ایک غیر متوقع ردعمل عید کی نماز کے موقع پر نماز سے قبل دیے جانے والے روایتی اور اضافی خطبے میں امام عیدگاہ قاضی خوشنود میاں کی طرف سے سامنے آیا۔ انہوں نے کہا کہ" میں عیدگاہ کے قرب و جوار میں عورتوں کو آنے کی اجازت نہیں دوں گا۔" غالباً کچھ لوگوں نے اس سلسلے میں ان سے استفسار کیا ہوگا یا ان کی رائے جاننی چاہی ہوگی۔ لیکن صلوٰۃ عید میں قاضی خوشنود کے ذریعے اس مسئلے پر ایک سخت ردعمل ذہنی الجھن کا باعث بن گیا اور اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس ہونے لگی کہ عورتوں کے لیے عید کی نماز کے مسئلے کو اس کے تمام پہلوؤں کے ساتھ سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی جائے۔ مسائل و موضوعات پر غور و فکر کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے اور یہ بات کبھی بھی، کسی کے لیے بھی صحیح نہیں ہے کہ عقل و فہم کو منجمد کردیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی ان قدرتوں اور نعمتوں کو کسی معاملے میں ہمیشہ کے لیے معطل کردیا جائے۔

یہ بات سبھی جانتے ہیں نماز یا صلوٰۃ جس طرح مردوں پر فرض ہے اسی طرح عورتوں پر بھی فرض ہے۔ اور یہ بات صرف نماز پر ہی موقوف نہیں ہے، بلکہ پورا دین اسلام اور اس کا پیغام مردوں و عورتوں کے لیے یکساں حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام کا پیغام یا اس کا خطاب خصوصی طور پر اپنے پیروکاروں سے ہو، یا عمومی طور پر عام انسانوں سے ہو، اس کے مخاطب صرف مرد یا صرف عورتیں نہیں، بلکہ مجموعی اور مشترک طور پر دونوں ہیں۔ چنانچہ اسلامی احکام و ضوابط بنیادی طور پر مرد اور عورت دونوں پر عائد ہوتے ہیں، البتہ ان پر عمل کرنے کے طریقوں میں کہیں کہیں کچھ فرق ہے۔ کسی کے لیے کہیں رعایت ہے اور کسی کے لیے کہیں تاکید ہے۔ یہ فرق کچھ اس وجہ سے نہیں ہے کہ مردوں اور عورتوں کی انسانی یا اخلاقی یا دینی حیثیت میں مرتبہ، فضیلت یا شرف کا فرق ہے، بلکہ اس کی وجہ دونوں کی جسمانی ساخت اور نفسیاتی، جذبات و جبلتی کیفیت اور ضرورتوں کا فرق ہے۔ لہٰذا اولین رکن عبادت یعنی نماز کے احکام میں بھی رعایت اور تاکید کا ہی معمولی سا فرق ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں جب پنج وقتہ نماز کے لیے اذان کہی جاتی تھی تو مرد اور عورتیں دونوں ہی مسجد کا رخ کیا کرتے تھے۔ جماعت قائم ہوتی تھی تو مردوں کی صفیں آگے اور عورتوں کی صفیں پیچھے ہوا کرتی تھیں۔ مردوں کے لیے یہ بات ترجیحی تھی کہ وہ جلد سے جلد مسجد پہنچیں، اور آگے سے آگے رہنے کی کوشش، عورتوں کے لیے یہ بات ترجیحی تھی کہ دیر سے مسجد پہنچیں، پیچھے رہیں اور نماز مکمل ہونے کے بعد جلد سے رخصت ہوجائیں۔ وہ زمانہ اسلامی معاشرے کی تشکیل (Formation) کا زمانہ تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ (مرد اور عورتیں) دین سیکھ اور سمجھ رہے تھے۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مسجد میں آنے کا پورا موقع دیا، ان کے لیے مسجد میں آنے کے آداب متعین کیے اور مردوں کو ان کا لحاظ رکھنے کی تاکید کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد اتنی دیر مصلے پر تشریف رکھتے کہ عورتیں مسجد سے چلی جائیں اور مردوں و عورتوں کا اختلاط نہ ہو۔ صحابہ میں سے بعض کا رجحان یہ تھا کہ عورتیں مسجد نہ آئیں۔ اس رجحان کی کئی وجوہ تھیں، تاہم آپ نے اس رجحان کو محسوس کرکے یہ تلقین کی کہ" اللہ کی باندیوں (عورتوں) کو مسجد میں آنے سے نہ روکو، جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد آنے کی اجازت مانگے تو وہ اس کو منع نہ کرے۔" (بخاری، مسلم) البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے اندر حجاب و حیا کے احساس کو فروغ دینے اور انہیں مردوں کے ساتھ اختلاط سے محفوظ رکھنے کے لیے گھر میں ہی نماز پڑھنے کی ترغیب دی۔ ایک صحابیہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارا ایک گوشے میں نماز پڑھنا، کمرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کمرے میں نماز پڑھنا دالان میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، گھر کے دالان میں نماز پڑھنا محلے کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور محلے کی مسجد میں نماز پڑھنا جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔" اسی طرح عورتوں کو دن کے اوقات میں مسجد آنے سے منع کیا گیا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی رایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عورتوں کو رات کے وقت مسجدوں میں آنے دو۔" چنانچہ عورتیں عموماً عشا اور فجر کی نماز میں شرکت کرنے لگی تھیں اور حضرت عائشہؓ کے الفاظ ہیں: "تاریکی کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں۔"

پنج وقتہ نمازوں کے برعکس جمعہ اور عیدین میں، دن کی روشنی میں بھی عورتوں کو شرکت کی اجازت اور ترغیب دی گئی، اگرچہ اسے ان پر لازم اور فرض نہیں کیا گیا۔ کیوں کہ ان نمازوں میں خطبہ ہوتا ہے جس میں مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے علم و نصیحت کی باتیں ہوتی ہیں اور دین و دنیا سے متعلق مسائل و موضوعات کی تعلیم و سمجھ دینا مقصود ہوتا ہے۔ تاہم جمعہ کے مقابلے میں بھی عید پر زیادہ زور دیا گیا۔

صلوٰۃ عید کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ واضح اعلان ہے کہ تمام مرد، عورتیں اور بچے عیدگاہ میں آئیں۔ یہ اس لیے کہ اسلام نہ تو کوئی بے روح دین، نہ لایعنی شریعت ہے نہ ایک رخا معاشرہ ہے۔ یہ زندگی کی فطرتوں پر حاوی ایک کامل دین ہے، ایک بامعنی شریعت ہے اور زندگی سے بھرپور ایک جامع معاشرہ تشکیل دیتا ہے۔ اجتماعی خوشی و انبساط کے کچھ خصوصی دن ہمیشہ سے قوموں اور معاشروں کی زندگی کا لازمی حصہ رہے ہیں۔ اسلام نے بھی زندگی کی اس لازمی سرگرمی کو اپنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں (مردوں اور عورتوں) کو خوشی و مسرت کے دو دن (عیدین) عطا کیے ہیں۔ خوشی و مسرت کے ان دنوں کی خاص سرگرمی کیا ہے؟ عیدگاہ جانا۔ یعنی تمام مسلمانوں کا اجتماع، اللہ کے حضور شکرانہ، ایک دوسرے سے فراغت کے ساتھ ملنا، باہمی مسرت کا اظہار کرنا، بچوں کے لیے جائز کھیل تماشے۔ چنانچہ احادیث کی اہم ترین اور افضل ترین کتابوں صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ام عطیہؓ کی روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں ہمیں عید کے دن عیدگاہ جانے کا حکم دیا جاتا تھا، حتیٰ کہ نوخیز لڑکیوں اور حائضہ خواتین کو بھی عیدگاہ جانے کا حکم دیا جاتا تھا، البتہ انہیں (یہ ہدایت تھی کہ وہ) لوگوں کے پیچھے رہیں، لوگوں کے ساتھ وہ بھی تکبیر کہیں اور اس دن کی برکت اور گناہوں سے پاکی کے حصول کی امید میں لوگوں کے ساتھ دعاؤں میں شریک رہیں۔

بخاری شریف کی ایک اور روایت ہے: ایوبؓ کہتے ہیں کہ حفصہؓ نے بتایا ہم اپنی نوخیز لڑکیوں کو عیدین میں عیدگاہ جانے سے منع کررہے تھے، اسی اثنا میں ایک خاتون آئیں وہ بنو خلف کے محل میں اتریں، انہوں نے بتایا کہ ان کی بہن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر ہم میں کسی کے پاس جلباب (حجاب کے لیے چادر) نہ ہو اور وہ عیدگاہ نہ جائے تو کیا اس میں کوئی مضائقہ ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی کے پاس جلباب نہ ہو تو اسے جلباب (کسی سے لے کر) پہننا چاہیے اور مسلمانوں کی دعاؤں اور خیر میں شریک ہونا چاہیے، جب ام عطیہؓ آئیں تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرے ماں باپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، میں نے آپ ﷺ سے یہ بات سنی ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ نوخیز لڑکیوں، پردہ نشین خواتین اور حائضہ خواتین سبھی کو عیدگاہ جانا چاہیے اور مسلمانوں و مومنوں کی دعا اور خیر و برکت میں شریک ہونا چاہیے۔ ہاں حائضہ خواتین کو نماز کی جگہ سے الگ رہنا چاہیے، حفصہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کیا حائضہ عورتیں بھی عیدگاہ جائیں گی؟ انہوں نے کہا کیا حائضہ عورتیں عرفہ اور فلاں فلاں مقام پر نہیں جاتیں۔

یہ اولین اسلامی معاشرے کی تصویر تھی، جس میں مردوں اور عورتوں دونوں کو ان کی حدود اور ان کے حقوق بتادیے گئے تھے۔ یہ خیر القرون تھا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک کے مطابق سب سے بہترین زمانہ تھا۔ اس میں مومنوں اور مومنات کو دین کا مکمل شعور تھا اور اپنی اپنی ذمہ داریوں کا احساس بھی تھا۔ لیکن بعد میں جب معاشرتی زوال شروع ہونے لگا، کچھ لوگ شرائط و حدود کا لحاظ رکھنے میں کوتاہی کرنے لگے تو حساس اور ذمہ دار لوگوں کے کہنے سننے سے اس طرح کے معاملوں میں احتیاط کی جانے لگی۔ حضرت عمرؓ نے عام نمازوں میں خواتین کے آنے کے لیے مسجد نبوی میں الگ سے دروازہ کھلوایا۔ اور حضرت عائشہؓ نے ایک بار فرمایا کہ عورتیں آج کل جس بے احتیاطی کے ساتھ مسجد میں آنے لگی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آج ہوتے تو یہ دیکھ عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیتے۔

خلافت راشدہ کے آخری زمانے میں اور اس کے بعد، جب شریعت کی تفہیم کے لیے مختلف فقہائے کرام نے اپنے اپنے علم و فہم کی بنیاد پر فقہ کی تدوین کی اور کئی طرح کے فقہی مسلک بن گئے تو ان کے زیر اثر لوگوں کا ایک عام مزاج بنتا گیا۔ چنانچہ کسی فقہی مسلک میں عورتوں کے لیے جمعہ و عیدین میں شرکت کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، کسی میں حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ لیکن اس کا مطلب کبھی بھی یہ نہیں سمجھا گیا اور نہ سمجھا جاسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سنت قائم کی تھی، وہ کالعدم ہوگئی۔ کیوں کہ سنت کو کالعدم کرنے کا اختیار کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ الہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ بعد کے لوگوں میں بھی اس پر عمل ہوتا رہا ہے۔ اس کی ایک مثال خود جامع مسجد رام پور ہے۔ جہاں شروع سے ہی عورتوں کے لیے ایک گوشہ مخصوص رکھا گیا ہے، عورتیں اس میں نماز کے لیے آتی بھی رہی ہیں۔ عالم اسلام کے متعدد حلقوں اور علاقوں میں عورتوں کے مسجد جانے پر کوئی پابندی نہیں ہے، بلکہ

اہم خبروں کا اختصار

ملکی

● اعظم گڑھ- علماء کونسل کے کنوینر مولانا عامر رشادی نے پی سی ایس پری ۲۰۰۸ء امتحان میں عام معلومات کی سی سیریز سوالنامہ میں اعظم گڑھ کو آتنک گڑھ بنانے والے سوالنامہ پر شدید احتجاج کرتے ہوئے پرچہ بنانے والے کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔

● نئی دہلی- سماج وادی پارٹی کے فوجی جنرل سکریٹری امر سنگھ نے کہا ہے کہ ان کی پارٹی کانگریس سے انتخابی معاہدے کو لے کر پر اُمید ہے۔ اُدھر رامپور سے سماج وادی پارٹی کی ممبر پارلیمنٹ جیہ پردا نے کہا ہے کہ اگر پارٹی کے جنرل سکریٹری محمد اعظم خاں رامپور سے لوک سبھا کا الیکشن لڑیں گے تو میں وہاں سے اپنی دعویداری چھوڑ دوں گی۔

● رانچی- جھارکھنڈ کے گورنر سید سبط رضی نے ریاست میں سرکاری ملازمین کے لئے چھٹے پے کمیشن کا نفاذ کر دیا ہے۔

● ممبئی- ممبئی حملوں میں گرفتار محمد اجمل قصاب اس وقت ہندوستانی جیلوں میں قید سب سے مہنگا قیدی بن گیا ہے۔ اس پر اب تک ۵۰ لاکھ روپے سے زائد خرچ کئے جا چکے ہیں، سب سے زیادہ خرچ اس کی سیکورٹی پر کیا جا رہا ہے۔

● نئی دہلی- مرکزی وزیر خارجہ پرنب مکھرجی نے کہا ہے کہ ممبئی حملوں کی تفتیش کے سلسلہ میں پاکستان کے ذریعہ سرکاری طریقہ کار سے طلب کی گئی ہر اطلاع پر غور کیا جائے گا، جب اور جہاں ضروری ہوگا ہندوستان، تعاون کرے گا لیکن ممبئی حملوں کی مشترکہ جانچ نہیں ہوگی۔

● نئی دہلی- سپریم کورٹ کی دو ججوں کی بنچ نے مفاد عامہ کی ایک عرضی بڑی بنچ کے پاس بھیج دی ہے جس میں الیکشن کمیشن کے ذریعہ رائے دہندگان کی منفی ووٹنگ کے متعلق ہدایات دینے کو کہا گیا تھا۔

● نئی دہلی- مرکزی وزیر قانون ہنس راج بھاردواج نے کہا ہے کہ ججوں کے خلاف شکایت سے نمٹنے اور ان کے تقرر کے لئے عدلیہ کا نظام پوری طرح ناکام ہو گیا ہے۔ انہوں نے یہاں ایک سیمینار میں ایک متبادل نظام کی ضرورت پر زور دیا۔

● نئی دہلی- منصوبہ بندی کمیشن کے ساتھ وزیر اعلیٰ نتیش کمار کی میٹنگ کامیاب رہی۔ انہوں نے ریاست کو مطلوبہ ۱۶ کروڑ روپئے کا خصوصی پیکج منظور کرا لیا۔

● پٹنہ- لوک جن شکتی پارٹی کے صدر رام ولاس پاسوان نے کہا ہے کہ آئندہ لوک سبھا انتخابات میں بہار میں راشٹریہ جنتا دل اور کانگریس کے ساتھ تال میل کے تحت یا تو ۱۶ نشستوں پر یا پھر سبھی ۴۰ نشستوں پر لڑنے کے وہ اپنے پرانے فیصلہ پر قائم ہیں۔

● چھپرہ- وزیر ریلوے لالو پرساد یادو نے یہاں کہا کہ ایل کے آڈوانی کی جنم کنڈلی میں وزیر اعظم کا عہدہ نہیں لکھا ہے اور میری جنم کنڈلی نہ ہوتے ہوئے بھی وزیر اعظم بننا لکھا ہوا ہے۔

● دیوبند- وشو ہندو پریشد کے دھرم رکشا منچ کے ایک سوال کے جواب میں دارالعلوم دیوبند نے کہا ہے کہ ہندوستان مسلمانوں کی نظر میں دارالامن ہے یعنی مسلمانوں کے تئیں دوستی جذبہ رکھنے والا ملک ہے البتہ برطانوی حکومت میں یہ دارالحرب تھا کیونکہ انگریزوں کی حکومت ہندوستان کی دشمن تھی۔

● نئی دہلی- امریکہ کی انٹلی جنس ایجنسی ایف بی آئی نے ممبئی حملوں سے متعلق فہیم انصاری اور صباح الدین سے پوچھ گچھ کی اور انہیں اجمل عامر قصاب کے پاس بھی لے گئے۔ اگلے مرحلہ میں ایف بی آئی پاکستان میں جانچ کرے گی۔

● نئی دہلی- آندھرا پردیش کے سابق وزیر اعلیٰ این چندرا بابو نائیڈو نے یہاں کہا کہ ان کی پارٹی وزیر اعظم کے طور پر ایل کے آڈوانی کی حمایت کبھی نہیں کرے گی۔ ہمارا بی جے پی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ الیکشن کے بعد بھی اس کے ساتھ تال میل نہیں کیا جائے گا۔

● نئی دہلی- اقوام متحدہ نے دہلی میٹرو کو اس بات کے لئے ایک سرٹیفکیٹ سے نوازا ہے کہ اس نے بجلی کی اپنی ضروریات کم کر کے ۹۰ ہزار ٹن کاربن ڈائی آکسائڈ کا اخراج بچایا ہے۔ دنیا کا یہ پہلا ریلوے پروجیکٹ ہے جسے کاربن کریڈیٹ کے لئے رجسٹرڈ کیا گیا ہے۔

● نئی دہلی- ممبئی حملے کے بعد ہندو پاک کشیدگی کم کرنے کی غرض سے ہندوستان سے انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والے افراد کے ایک وفد نے پاکستان کا دورہ کیا۔

بین الاقوامی

● اسلام آباد- پاکستان کے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی کی قیادت میں ایک اعلیٰ سطحی پاکستانی وفد نے انسداد دہشت گردی کی حکمت عملی موثر بنانے کے حوالے سے سہ فریقی (پاکستان، امریکہ اور افغانستان) مذاکرات کے لئے امریکہ کا دورہ کیا۔

● لندن- حکومت برطانیہ نے کہا ہے کہ ملک کی خراب اقتصادی صورتحال اور بے روزگاری میں اضافہ کے باعث امیگریشن نظام کو سخت بنایا جا رہا ہے۔ اب یورپی یونین کے باہر سے آنے والوں کے لئے گریجویشن کے بجائے پوسٹ گریجویشن کی ڈگری درکار ہوگی۔ اس قدم سے برطانیہ میں سالانہ ۱۲ ہزار تارکین وطن کی کمی ہوگی، گزشتہ سال ان کی تعداد ۳۸ لاکھ تھی۔

● کولمبو- حکومت سری لنکا کے دفاعی ترجمان یاراموک ویلا نے کہا ہے کہ ایل ٹی ٹی ای کی طرف سے اب فضائی حملے کا کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ اس کے آخری دو طیاروں کو مار گرایا گیا۔

● واشنگٹن- پوسٹ کی ایک رپورٹ کے مطابق ۹ر مارچ ۲۰۰۷ء کو سابق پاکستانی صدر پرویز مشرف کے بعض اقدامات نے مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے اس سنہرے موقع کو ضائع کر دیا جو تین سالہ ہندوپاک کوششوں سے پیدا ہوا تھا۔

● موغادیشو- صومالیہ میں عسکریت پسندوں نے برونڈی سے تعلق رکھنے والے ۱۱ امن فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔

● ڈھاکہ- بنگلہ دیش کی نئی حکومت نے مسلح فورسیز کو مضبوط کرنے اور انہیں جدید اسلحہ اور فوجی وسائل سے لیس کرنے کے لئے بڑی دفاعی خریداری کی مہم چلانے کا فیصلہ کیا ہے۔

● قاہرہ- قاہرہ کے تاریخی بازار میں بم دھماکہ سے ایک فرانسیسی خاتون سمیت چار افراد ہلاک اور ۱۷ دیگر زخمی ہو گئے۔

● نیویارک- فوجی حکام نے نیویارک ٹائمز کو بتایا کہ امریکہ کے ۷۰ سے زائد فوجی مشیر جو اسپیشل فورسیز کے اہلکار ہیں۔ خفیہ طور پر پاکستانی آرمی اور نیم فوجی دستوں کو قبائلی علاقوں میں کارروائی کے لئے ٹریننگ دے رہے ہیں۔ وہ انٹلی جنس رپورٹ بھی دے رہے ہیں اور اسٹریٹیجک حکمت عملی کے لئے مشورے بھی دے رہے ہیں۔

● بیجنگ- چین میں ایک کان میں دھماکہ کی وجہ سے ۷۴ کان کن ہلاک اور ۱۱۴ زخمی ہو گئے۔

● نیویارک- زبردست مالی بحران کے سبب فروری میں ۱۸ امریکی بینک دیوالیہ ہو گئے۔ جنوری میں ان کی تعداد ۶ اور گزشتہ سال ۲۵ تھی۔ اس طرح مالی بحران اور اقتصادی کساد بازاری کے سبب امریکہ میں اب تک ۴۱ بنک دیوالیہ ہو کر بند ہو گئے۔

● برلن- جرمن پارلیمنٹ نے دوسری جنگ عظیم کے بعد یورپ کی اس بڑی معیشت کو درپیش بدترین کساد بازاری سے نمٹنے کے لئے ملک کی تاریخ میں سب سے بڑے امدادی پیکج ۱۰۰ ارب یورو کو منظوری دی ہے۔ جو جرمنی کی ۱۶ ریاستوں پر مشتمل ایوان بالا کے منظور شدہ گزشتہ ماہ کے پیکیج میں اضافہ کی صورت میں ہوگا۔ اس کے لئے جرمنی کو ۳۷ ارب یورو قرض لینا پڑے گا۔ اسی لئے اس نے اعلان کیا ہے کہ وہ آئندہ سال یورپی یونین کے سرکاری خسارے کے ضابطوں پر عمل نہیں کرے گا۔

● بیجنگ- پاکستان اور چین نے ہائیڈل پاور جنریشن میں تعاون کے معاہدے پر دستخط کئے ہیں۔ معاہدہ کے تحت چین پاکستان میں ہائیڈل پاور جنریشن میں تکنیکی معاونت فراہم کرے گا۔

● کولمبو- سری لنکا کی وزارت خارجہ نے ایک بیان میں کہا کہ آئندہ ۲۷ر اور ۲۸ر فروری کو یہاں سارک وزارتی کونسل کی کانفرنس ہوگی جس میں سارک ممالک کے وزراء خارجہ شرکت کریں گے۔

● کولمبو- سری لنکا کی فورسیز نے شدید لڑائی میں کم از کم ۳۷ تمل ٹائیگروں مار گرایا جس سے باغیوں کے زیر کنٹرول علاقوں میں مزید کمی ہو گئی ہے۔

● کابل- افغانستان میں امریکی فوجیوں نے فضائی بمباری کر کے ۱۳ عام شہریوں کو ہلاک کر دیا۔ امریکی فوج نے واقعہ کی تفتیش کے بعد یہ اطلاع دی۔

بجٹ میں سب کو خوش کرنے کی کوشش

سنجے سنگھ

وزیر مالیات کی شکل میں پرنب مکھرجی کے ذریعہ پیش ضمنی عام بجٹ اور اس سے قبل لالو پرساد کے ذریعہ پیش ضمنی ریل بجٹ پر گرچہ اپوزیشن تنظیموں نے عدم اطمینان کا اظہار کیا ہے لیکن سچ پوچھا جائے تو دونوں بجٹ متوازن ہیں اور انہیں اس لئے خصوصی اہمیت دی جانی چاہئے کہ ابھی ہندوستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا مندی کے دور سے گزر رہی ہے اور ہر ملک اپنے اخراجات کو لے کر پریشان ہے۔ ریل ضمنی بجٹ میں جہاں لالو پرساد نے بھرحتی الامکان رعایتیں دینے کی کوشش کی ہے وہیں ضمنی عام بجٹ کو پرنب مکھرجی نے بھی متوازن رکھنے کی کوشش کی ہے۔ یہ دونوں بجٹ سیاسی اعتبار سے بھی اہم ہیں کیونکہ اگلے اپریل اور مئی میں ہی عام انتخابات ہونے والے ہیں اور ان کی تیاریاں شروع ہو چکی ہیں۔

بجٹ میں منصوبہ جاتی سیکٹر کے لئے دیہی ترقیات کے محکمہ، سڑک ٹرانسپورٹ اور شاہراہوں، ریلویز، اطلاعاتی ٹیکنالوجی، صنعتی پالیسی وفروغ، بجلی کی وزارت کی بجٹی امداد میں اضافہ اقتصادی سست روی سے نمٹنے کے لئے مالی رفتار کو برقرار رکھنے اور دیہی اور بنیادی ڈھانچے کے فروغ کی ضروریات کو پورا کرنے کا ذکر ہے۔ اہم پروگرام کے لئے جن کا براہ راست اثر عام آدمی پر ہوتا ہے، 131317 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ 10-2009 قومی دیہی روزگار گارنٹی اسکیم (این آر ای جی ایس) کے لئے 30100 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ اس اسکیم کو ملک کے تمام اضلاع تک توسیع دی گئی ہے اور اس کے تحت 2008 - 09 میں 3.51 کروڑ کنبوں کا احاطہ کرتے ہوئے 138-76 کروڑ انفرادی دنوں کا روزگار فراہم کیا گیا ہے۔ سروشکشا ابھیان کے لئے 13100 کروڑ روپے مختص کرنے کی تجویز ہے۔ ہماری بستیوں کے تقریباً 98 فیصد علاقوں میں پرائمری اسکول فراہم کئے جا چکے ہیں اور اب بنیادی تعلیم کے معیار کو بہتر بنانے پر توجہ دی جا رہی ہے۔ دوپہر کے کھانے کی اسکیم کے لئے 8000 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ ملک میں بچوں کی ترقیاتی کی مربوط اسکیم (آئی سی ڈی ایس) کے لئے 6705 کروڑ روپے مختص کرنے کی تجویز ہے۔ 11842 کروڑ روپے جواہر لال نہرو شہری احیا مشن (جے این این یو آر ایم) کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔ مشن کے تحت 31 دسمبر 2008 تک 39000 کروڑ روپے کی لاگت کے 386 پروجیکٹوں کو منظوری دی گئی دیہی بنیادی ڈھانچہ کی تعمیر کے لئے معینہ مدت کے منصوبہ 'بھارت نرمان' کے لئے 10-2009 میں 40900 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ 2009-2015 تک کے عرصے میں اس پروگرام کے لئے مختص کی جانے والی رقم میں 261 فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ قومی دیہی صحت مشن کے لئے 12070 کروڑ روپے مختص کئے گئے۔ جب کہ گاؤں میں پینے کے پانی کے راجیو گاندھی مشن (آر جی آر ڈی ڈبلیو ایم) کے لئے 10-2009 میں 7400 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں مکمل دیہی صفائی ستھرائی پروگرام کے لئے 1200 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔

اس سے قبل اپنے عبوری بجٹ میں تھاوے اور بھاگلپور کو نیا ریل ڈویژن بنائے جانے کا اعلان کیا ہے۔ اس موقع پر انہوں نے یہ دکھانے کی کوشش کی کہ ایک خستہ حال ادارے کو انہوں نے کس طرح حیرت انگیز طور پر منافع بخش بنایا ہے جس میں نہ صرف مسافروں کی سہولتیں بڑھائی گئی ہیں بلکہ عام آدمی پر کوئی بوجھ بھی نہیں ڈالا گیا۔ لوک سبھا میں عبوری بجٹ پیش کرتے ہوئے لالو پرساد نے کہا کہ ریل کی جولائنیں بچھائی جا رہی ہیں ان کی تکمیل سے متعلق اسکیمیں جاری رہیں گی۔ ریلوے کے بنیادی ڈھانچے اور دیگر پروجیکٹوں میں سرمایہ کاری 04-2003 میں جہاں 13 ہزار 400 کروڑ روپے تھے وہیں اب یہ رقم 36 ہزار 700 کروڑ روپے کر دی گئی ہے۔ اپنے روایتی دیہی انداز میں تقریر کرتے ہوئے ریلوے کے وزیر نے بتایا کہ عام ٹرینوں میں مسافروں کے کرائے میں 50 روپے تک کے ٹکٹ پر ایک روپے کی کمی کر دی گئی ہے جس میں تمام سلیپر کلاس اور سیکنڈ کلاس کے علاوہ اے سی فرسٹ، سیکنڈ اور تھرڈ کلاس کے علاوہ اے سی چیئر کار بھی شامل ہیں۔ یو پی اے کی چیئر پرسن سونیا گاندھی اپوزیشن لیڈر ایل کے آڈوانی ریلوے کے وزیر مملکت نارائن راتھوا وغیرہ اراکین موجود تھے۔ مجموعی طور پر 43 نئی ٹرینیں چلائی جائیں گی جبکہ مزید 14 ٹرینوں کی مسافت بڑھائی جائے گی۔ جہاں تک بی جے پی، بہوجن سماج پارٹی اور دیگر اپوزیشن تنظیموں کی جانب سے عام وریل ضمنی بجٹ کی نکتہ چینی کا سوال ہے تو یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے۔ حکومت بجٹ پیش کرے اور اپوزیشن تنظیمیں اس کی ستائش کریں، یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ اس لئے یہ نہ تو حکومت کے لئے کوئی نئی بات ہے اور نہ ہی عوام کے لئے۔ اس نکتہ چینی پر بس اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اپوزیشن تنظیموں نے منفی ردعمل کے اظہار کی اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے، ورنہ حکومت نے تو سب کو خوش کرنے کی ہی کوشش کی ہے اور کیوں نہ کرتی، انتخاب بھی تو ہے۔ ●●

لاہور میں قاضی حسین احمد سے ہندوستانی خیر سگالی وفد کی ملاقات

نئی دہلی- لاہور سے موصول اطلاعات کے مطابق امیر جماعت اسلامی پاکستان قاضی حسین احمد نے کہا ہے کہ ہم بھارت کے ساتھ برابری کی بنیاد پر کشمیر سمیت تمام متنازعہ امور پر بات چیت کے ذریعہ حل کرنا چاہتے ہیں۔ ہم امن چاہتے ہیں، اسلام امن کا دین ہے۔ امن کے لئے عدل وانصاف کا قیام ضروری ہے۔ ہم وحدت انسانیت کے قائل ہیں۔ امن کے لئے ضروری ہے کہ بھارت پہلے کشمیر کو متنازعہ علاقہ تسلیم کرلے تو پھر اس مسئلے کا حل بھی نکل آئے گا۔ انہوں نے یہ بات ۲۳ر فروری کو منصورہ میں کلدیپ نیر کی سربراہی میں بھارت سے گئے ہوئے ۲۲ رکنی امن مشن وفد سے گفتگو کے دوران کہی۔ امن مشن میں سوامی اگنی ویش صدر کونسل آف آریہ سماج، سیما مصطفیٰ، پولیٹیکل ایڈیٹر ایشین ایج، سلمان حیدر سابق فارن سکریٹری آف انڈیا، مہیش بھٹ بھارتی فلمساز، شبنم ہاشمی، جتن ڈیسائی رمیش یادو، سندیپ پانڈے، اسماء جہانگیر، آئی اے رحمان، حسین نقی، سلیمہ ہاشمی، جگنو محسن وغیرہ شامل تھے۔ قاضی حسین احمد نے اراکین وفد کے سوالات کے جوابات دیتے ہوئے کہا کہ امن سب کی خواہش ہے لیکن امن کے لئے انصاف چاہئے۔ بدامنی ناانصافی اور ظلم سے جنم لیتی ہے۔ دوستی برابری کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت سب سے زیادہ مسلمانوں کو امن کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں پر اس وقت ہر طرف سے حملہ اور یلغار ہے۔ مسلمانوں نے کسی پر حملہ نہیں کیا۔ ہم تو عدل وانصاف چاہتے ہیں۔ آپ لوگ امن کے داعی ہیں، آپ تجاویز دیں ہم ہر طرح کے تعاون کے لئے تیار ہیں۔

بقیہ: صرف امریکی قیادت کی تبدیلی کو انقلابی نہیں کہا جا سکتا

معاشی طاقت الگ چیلنج بنی ہوئی ہے، سابق بش انتظامیہ کی طرف سے نام نہاد دہشت گردی خود امریکہ کے لیے مصیبت بن گئی اور وہ پہلے سے زیادہ غیر محفوظ ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ سے اس کی بدنامی بھی ہوئی، پوری دنیا میں اس کے خلاف نفرت و دشمنی کی ایک لہر پیدا ہو گئی، اس کے نتیجہ میں امریکہ کو فائدہ تو کچھ نہیں ہوا، اس کی امیج بہت زیادہ خراب ہو گئی، اس کے دشمنوں اور مخالفین کی تعداد پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ نہ تو عالم اسلام اور نہ ہی ایشیائی و یورپی ممالک کو اس پر اعتماد ہے اور نہ ہی انسانی حقوق کی تنظیمیں اسے اچھی نظر سے دیکھ رہی ہیں۔ اگرچہ مسٹر اوبامہ امریکہ کی امیج بہتر کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں اس کے لیے انہوں نے خلیج گوانتا نامو کی جیل کو بند کرنے کے آرڈر پر دستخط کر دیا، عراق سے افواج کی واپسی کا اعلان کر دیا لیکن دوسری طرف افغانستان میں جنگ جاری رکھنے کا اعلان کر کے پھر وہی غلطی دہرا رہے ہیں جو ان کے پیش رو نے کی تھی۔ مشرق وسطیٰ کا مسئلہ تو اتنا پیچیدہ ہو گیا ہے کہ اب وہ آسانی سے حل ہونے والا نہیں ہے۔ سابق بش انتظامیہ کے غیر دانشمندی اور اسرائیل کی یکطرفہ جانبداری کے باعث معاملہ بگڑ کر دو ریاستی حل سے سہ ریاستی حل تک پہنچ گیا۔ سب سے پہلے فلسطینیوں کے متحارب گروپوں کو یکجا کرنا ہی مشکل ہے جو مغربی کنارے اور غزہ پٹی میں الگ الگ حکومتوں میں تقسیم ہیں۔ ان سب کو جمع کیے بغیر اسرائیل کے ساتھ کوئی بھی بات چیت نتیجہ خیز نہیں ہوگی۔ حالانکہ ترجیحی بنیاد پر مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے لیے صدر اوبامہ نے مشرق وسطیٰ کے لیے خصوصی ایلچی مقرر کر دیا ہے لیکن حماس سے دوری اور اسرائیل کی اندھی حمایت کی پالیسی قیام امن کی کوششوں میں زبردست رکاوٹ بن سکتی ہے۔ ایسے حالات میں یہی کہا جائے گا کہ اگر مسٹر اوبامہ درپیش چیلنجوں سے نمٹنے اور دنیا بھر میں اپنی امیج بہتر کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو یہ بہت بڑی تبدیلی ہوگی لیکن ابھی تک اس کے آثار نظر نہیں آرہے ہیں۔ ●●

بقیہ: نفرت کی سیاست کا بازار...

جو کھلے عام ہتھیار بانٹتے ہیں۔ ہتھیار چلانے کی ٹریننگ دیتے ہیں۔ نفرت کی زہر افشانی کرتے ہیں۔ اشتعال انگریزی کرتے ہیں۔ قتل عام اور نسل کشی کی پلاننگ کرتے ہیں۔ فساد کرتے ہیں۔ بم دھماکے کرتے ہیں۔ سی آئی اے اور موساد وغیرہ کے ساتھ ساز باز کرتے ہیں ان کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتے ہیں اور ہندوستان کو آزاد کرانے کے بجائے اس کی غلامی کی مدت کو وسعت دینے کے لیے حکومت برطانیہ کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتے رہے ہیں اور آج بھی انگریزوں کی تعریف کرتے ان کے گن گاتے ہیں۔ تحریک چلانے کی ضرورت ہے کہ ایسے عناصر پر پابندی لگائی جائے اور ان سے ملک کو پاک وصاف کیا جائے۔ ●●

مولانا حمایت اللہ بیگ کا انتقال

پوسد- ضلع ایوت محل مہاراشٹر کی معروف ومحترم شخصیت اور تحریک اسلامی کے قدیم رکن، مولانا مرزا حمایت اللہ بیگ صاحب ۱۳ر فروری کو انتقال فرما گئے۔ مولانا طویل عرصے سے صاحب فراش تھے۔ اپنی طویل بیماری کے باوجود صبر وشکر کی ایسی مثال پیش کی کہ انہیں دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ ہمہ وقت ہر پریشانی کے پیچھے جنت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔ انہوں نے جماعت میں رہ کر تحریک اسلامی کا کام پوری جرأت ودیانت داری کے ساتھ کیا۔ اس پر آشوب دور میں جب کہ حق وباطل کے مابین جنگ جاری ہے۔ مرحوم ملت کے نوجوانوں میں فکر آخرت اور بیداری کی لہر پیدا کرنے میں کوشاں تھے۔ عصری مسائل کا تجزیہ اور اس کی تہوں میں پوشیدہ فتنوں اور خدشوں کو فوراً محسوس کر لیا کرتے تھے۔ علالت سے قبل تک آپ جماعت کی خدمات میں پیش پیش رہے۔ پوسد کے امیر مقامی بھی رہے۔ ملکہ پور میں جماعت کے مدرسے میں درس وتدریس کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ پوسد میں مدرسہ شمس العلوم کو ترقی کی منازل طے کرانے میں مولانا نے نمایاں رول ادا کیا۔

مولانا عبدالصبور رحمانی کا انتقال

مالیگاؤں- بروز منگل ۴ر فروری کو مولانا عبدالصبور رحمانی کا ان کے آبائی وطن بن کٹوا ضلع بلرام پور میں انتقال ہو گیا۔ مولانا موصوف نے ابتدائی تعلیم دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی تھی اور دورۂ حدیث کی تکمیل دارالعلوم رحمانیہ دہلی سے کی۔ اس کے بعد مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ مگر بعض ناگزیر وجوہ کی بنیاد پر تعلیم مکمل نہ کر سکے اور واپس آگئے۔ ۱۹۶۰ء سے مالیگاؤں میں مقیم تھے۔ تقریباً تمام عمر تعلیم وتعلم سے وابستہ رہے۔ موصوف ایک جری اور بیباک خطیب تھے۔ اللہ نے انہیں خطاب کا وافر حصہ عنایت فرمایا تھا۔ ایک عرصہ تک عبداللہ نگر عیدگاہ پر خطاب وامامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

دعوت

فروری کا مہینہ ۲۸ر دن کا ہونے کی وجہ سے یکم مارچ کا شمارہ شائع نہیں ہوگا۔ قارئین، انفرادی خریدار وایجنٹ صاحبان نوٹ فرمالیں۔

منیجر

مسجد اشاعت اسلام میں خطبۂ جمعہ

مسلمانوں کو اپنی معاشی بدحالی کو دور کرنے کی طرف توجہ دینی چاہئے

نئی دہلی- مسجد اشاعت اسلام میں خطبۂ جمعہ میں امیر جماعت اسلامی ہند مولانا سید جلال الدین عمری نے مسلمانوں کو معاشی پسماندگی سے نکلنے، حصول رزق کے لئے جدوجہد کرنے اور سماج میں باعزت وباوقار مقام حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی نیز سستی، کاہلی نکھے پن اور گداگری کی لعنت سے نجات حاصل کرنے پر زور دیا۔

امیر جماعت نے اس صورت حال پر حیرت اور افسوس کا اظہار کیا کہ اسی ملک میں دوسری قومیں معاشی لحاظ سے بہت تیزی سے ترقی کر رہی ہیں جب کہ مسلمان اس میدان میں کافی پیچھے ہیں۔ اس ضمن میں انہوں نے مثال دے کر واضح کیا کہ سکھ اس ملک میں بمشکل دو فیصد ہیں لیکن معیشت میں وہ بہت آگے ہیں۔ پنجاب سے نکل کر وہ پورے ملک میں پھیل گئے ہیں اور ہر جگہ انہوں نے قدم جمالئے ہیں۔ ہندوستان کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہوگا جہاں سکھ موجود نہ ہوں اور اپنے کاروبار سے نہ لگے ہوں۔ یہ سب کچھ ان کی محنت اور جفاکشی کی مرہون منت ہے۔

امیر جماعت نے مسلمانوں کی بدحالی دُور کرنے کے لئے حکومت کو توجہ دلائی اور مسلمانوں کو بھی ان کی ذمہ داری یاد دلائی انہوں نے اس سلسلہ میں کسب معاش سے متعلق قرآن وحدیث سے احکام وہدایات اور مثالیں پیش کر کے مسلمانوں کی خودداری اور غیرت کو مہمیز کیا اور محنت، جفاکشی اور جدوجہد کے ذریعہ خدا اور خلق کی نظر میں باعزت مقام حاصل کرنے پر اُبھارا، مولانا نے سورۂ جمعہ کے حوالے سے فرمایا کہ جہاں ایک طرف اللہ نے اذان کی آواز سن کر مسجد کا رُخ کرنے کا حکم دیا ہے وہیں دوسری طرف نماز سے فارغ ہونے کے بعد حصول رزق کی تلاش میں نکل جانے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور تلاش رزق کے عمل کو اپنا فضل تلاش کرنے سے تعبیر کیا ہے۔ مولانا نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی دعوتی جدوجہد کے ساتھ حصول رزق کے لئے بھی سعی وجہد کرتے تھے۔ آنحضورؐ نے اپنے معاشرے کی تنگ حال اور غریب لوگوں کی حصول معاش کے ذیل میں عملی رہنمائی فرمائی اور انہیں گداگری کی ذلت سے نجات دی۔ چنانچہ احادیث میں ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک سائل نے نبیؐ سے کچھ مدد کے لئے درخواست کی۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا کہ غریب آدمی ہوں، ایک کمبل ہے جس کا نصف حصہ بچھاتا ہوں اور باقی حصہ اوڑھ لیتا ہوں۔ اور شاید ایک انگوٹھی بھی ہے۔ آپؐ نے دونوں چیزیں منگوا کر دو دینار میں نیلام کر کے قیمت اس کے حوالے کی اور ایک دینار کا سودا سلف گھر میں پہنچانے اور دوسرے دینار سے کلہاڑی خرید کر لانے کے لئے کہا۔ وہ خرید کر لایا تو آپؐ نے خود اپنے دست مبارک سے اس میں دستہ لگایا اور اسے جنگل سے لکڑی کاٹ کر بیچنے کی ہدایت کی اور فرمایا کہ پندرہ دن سے پہلے میرے پاس مت آنا، پندرہ دن بعد جب وہ آپؐ کے پاس آیا تو اس کے پاس اپنے خرچ کے علاوہ دس دینار کی رقم بچی ہوئی تھی۔ آپؐ نے اس سے کہا کہ یہ اس سے بہتر ہے کہ کل قیامت کے دن تم خدا کے حضور اس حال میں آؤ کہ تمہارے چہرے پر گداگری کے نشانات ہوں۔

(رپورٹ: عبدالحق فلاحی)

مولانا اشرف علی قاسمی کا انتقال

مولانا اشرف علی قاسمی ۶-۷ر فروری کی درمیانی شب میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مولانا نے دارالعلوم دیوبند سے عالمیت کے بعد طب میں بھی فراغت حاصل کی اور ۱۹۶۰ء کے آس پاس سرجن نگر میں ترغیب العلوم میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ وہیں موصوف کی ملاقات مولانا ابواللیث صاحب سے ہوئی اور جماعت سے متعارف ہوئے۔ سرجن نگر کے بعد سرکڑہ آگئے اور یہاں مدرسہ احیاء العلوم میں یہی سلسلہ شروع کر دیا۔ وہاں کے بعد سوہارہ اپنے آبائی وطن آئے ہی تھے کہ ایمرجنسی میں سرکاری مہمان بنا لئے گئے ایمرجنسی سے چھٹکارا پا کر مولانا نے سیوہارہ اپنا مطب شروع کر دیا اور اسی مطب میں اپنی باقی زندگی پوری کر دی۔

کوئی ذمہ دار ہو کہ کسی دوسرے مقام کا کارکن دوران سفر اگر سیوہارا سے گزرتا تو موصوف سے ملنے کے لئے اپنے آپ کو بوجہ ان کی محبت ومہمان نوازی کے لئے مجبور پاتا، مہمان کے آنے پر جو کچھ ہوتا بلا تکلف پیش فرما دیتے۔ اگر کوئی کھانے پینے میں تکلف کرتا تو معجون وسفوف سے بچ ہی نہیں سکتا تھا۔ اس کو لینا پڑتا۔ تحریک کے کاموں میں جوانوں سے آگے غیر مسلمین سے غیر معمولی تعلقات، وقت کے انتہائی پابند، مطب میں بھی درس وتدریس کے دلدادہ کتنے ہی طالب علموں وطالبات کو عربی اُردو پڑھا دی۔ اور وہ آج کامیاب بی یو ایم ایس ڈاکٹر ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی صحیح تعداد تو معلوم نہیں البتہ ان میں معروف طالب علم مولانا سراج الدین ندوی ہیں جو ابِ تحریک وادب کے حلقہ میں کسی تعاف کے محتاج نہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم ومغفور کو اپنے جوار رحمت میں بلند ترین مقام عطا فرمائے۔ محمود داؤد، نگینہ

انجمن فروغ اُردو کی نشست

گورکھپور- انجمن محبان فروغ اُردو کی ماہانہ نشست میں شہر وقرب وجوار میں اُردو کے فروغ کے سلسلہ میں ایک پانچ رکنی وفد تشکیل دیا گیا۔ وفد اسکولوں میں اُردو کو بطور نصاب شامل کرنے اور سرکاری دفاتر میں اُردو کے استعمال کے رائے عامہ ہموار کرے گا۔ اس نشست میں جناب فضل الرحمٰن قاسمی، محمد یعقوب فاروقی، منظر عباسی، انجینئر سید مشتاق احمد اور دیگر نے شرکت کی۔

اعلان ملکیت "سہ روزہ دعوت"

فارم نمبر ۴ اور ۸

مقام اشاعت	:	ڈی ۳۱۴، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵
نوعیت	:	سہ روزہ (مہینے میں دس بار)
ایڈیٹر	:	پرواز رحمانی
وطنیت	:	ہندوستانی
پتہ	:	۱۳۵۳، بازار چتلی قبر، دہلی ۱۱۰۰۰۶
پرنٹر وپبلشر	:	خلیل احمد
پتہ:	:	ڈی ۱۰۵، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵
ملکیت	:	دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

- مولانا سید جلال الدین عمری (چیئرمین) دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵
- جناب رفیق احمد (سکریٹری) دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵
- جناب مجتبیٰ فاروق، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵
- جناب سید غلام اکبر، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵
- جناب ٹی کے عبداللہ مولوی، لاتھن کنڈی ہاؤس، پوسٹ پالیری، وایا کٹیاڈی، کالی کٹ (کیرلا)
- جناب محمد جعفر، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵
- ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی، فریدی ہاؤس، سرسید نگر، علی گڑھ (یوپی) ۲۰۲۰۰۱
- جناب محمد شفیع مونس، ڈی ۷۵-۱۷، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵
- جناب اعجاز احمد اسلم، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

مندرجہ بالا معلومات میرے علم ویقین کی حد تک بالکل صحیح ہیں

دستخط

(خلیل احمد)

پرنٹر وپبلشر

ایک جائزہ ایک تجویز

سود کے خاتمہ کے لئے تجاویز

عبدالودود خان

> کسی عمل کے جرم ثابت ہونے کے بعد اسے جاری رہنے نہیں دیا جاتا۔ کسی کو یہ اختیار نہیں کہ کسی گناہ کبیرہ اور خاص طور پر سود کو جو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کا باعث ہے، چھوٹی سے چھوٹی مدت کے لئے بھی جاری رہنے کی اجازت دے یا ایسی سفارش کرے، لہٰذا سود کا فوری خاتمہ ضروری ہے۔ یہ گمراہ کن تصور ہے کہ سود کو یکدم ختم کرنے سے مشکلات پیدا ہوں گی۔

مسلم ممالک میں سودی بینکاری جاری رہنے کی وجہ سے امت مسلمہ اللہ ورسولؐ سے حالتِ جنگ میں ہے اور اللہ کی نصرت سے محروم اور نتیجتاً کمزور اور ظلم وستم کا شکار اور ذلیل وخوار ہے۔ ذلت وخواری سے نکلنے اور کھویا ہوا وقار حاصل کرنے کے لئے سود کا خاتمہ ضروری ہے جس کی جدوجہد کرنا ہر باشعور مسلمان کا فرض ہے۔ ان حضرات سے جو امت مسلمہ کو سود سے نجات دلانا چاہتے ہیں لیکن سود کے خاتمے اور غیر سودی بینکاری نظام کے قابل عمل ہونے میں شک وشبہ کا شکار ہیں اور ان حضرات سے بھی جو اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ موجودہ طرز کے اسلامی بینکوں کے ذریعے سود کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ درج ذیل مکالمہ کے ذریعے ہم اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

● کیا ربوٰ جسے اللہ نے حرام کیا ہے اور بینک انٹریسٹ دو مختلف چیزیں ہیں:

☆ قرآنی الفاظ میں ربوٰ وہ رقم ہے جو قرض دینے والا مقروض سے قرض کی اصل رقم کے علاوہ طلب کرتا ہے۔ بینک انٹریسٹ بھی وہ رقم ہے جو بینک مقروض سے قرض کی رقم کے علاوہ وصول کرتا ہے، لہٰذا بینک انٹریسٹ حرام کردہ ربوٰ ہی ہے اور اس میں کسی شک وشبے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

● سودی بینکنگ نظام سے معاشرے کو کیا نقصان ہوتا ہے؟

☆ صنعت وتجارت کے لئے قرضوں پر جو سود بینک کو ادا کیا جاتا ہے وہ قیمتوں میں شامل ہوکر مہنگائی کا سبب بنتا ہے اور بینکوں کو ادا کئے گئے سارے سود کا بوجھ عوام الناس پر پڑتا ہے جو غربت کا باعث ہے۔ باقاعدہ حساب سے ثابت کیا جاسکتا ہے کہ سود کی وجہ سے قیمتوں میں تیس سے چالیس فیصد تک اضافہ ہوجاتا ہے۔ سود سے معاشرے کو یہ بڑا نقصان بھی پہنچتا ہے کہ اس سے بلا کچھ کئے روپے سے روپے کمانے کی ذہنیت جنم لیتی ہے۔ یہاں تک کہ لوگ ڈیفنس سرٹیفکیٹ بھی اس لئے خریدتے ہیں کہ ان سے سود ملتا ہے۔ قرآن کے مطابق سود کھانے والوں کی مثال اس خبطی شخص کی سی ہے جسے شیطان نے چھوکر باؤلا کردیا ہو''۔ مشاہدے سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سود کے پھیلاؤ کی وجہ سے اکثر وبیشتر لوگ دولت جمع کرنے کی ہوس میں اتنے خبطی ہوگئے ہیں کہ وہ روپے کی لالچ میں رشوت خوری، چوری، ڈاکہ، ملاوٹ اور قتل جیسے بھیانک جرائم بھی کرنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔

● اسلام میں سودی کاروبار کے متعلق کیا حکم ہے؟

☆ اسلام میں سود گناہ کبیرہ ہے اور ایسا سنگین جرم ہے کہ قانون میں اسے نہ چھوڑنے والوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کی وارننگ ہے۔ قرآنی الفاظ میں سود کا چھوڑنا اللہ تبارک وتعالیٰ سے خوف کی علامت اور ایمان کی شرط ہے۔ مسلم ممالک میں سودی کاروبار کے جاری وساری ہونے کی وجہ سے امت مسلمہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے حالتِ جنگ میں ہے اور اللہ کی نصرت سے محروم، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ امت مسلمہ اس وقت بہت کثیر آبادی، رقبے اور قدرتی وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود کمزور، بے وقعت، ظلم وستم کا شکار اور ذلیل وخوار ہے۔

● امت مسلمہ کو ذلت وخواری سے نکلنے اور کھویا ہوا وقار حاصل کرنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

☆ امت مسلمہ کو ذلت وخواری سے نکلنے اور کھویا ہوا وقار حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مسلم ممالک سے سود ختم کرکے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حالت جنگ ختم کی جائے۔ ایسا کئے بغیر نہ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرت حاصل کرسکتے ہیں اور نہ ہی کوئی فلاح پاسکتے ہیں۔

● اسلام میں سود حرام ہونے کے باوجود مسلم ممالک میں سودی نظام کیوں رائج ہے؟

☆ چند صدیاں قبل جب مسلمانوں کا زوال شروع ہوا اور مغربی استعماری طاقتوں نے مسلم ممالک پر قبضہ کرکے نوآبادیاتی نظام قائم کیا تو ساتھ ساتھ سودی نظام بھی جاری کردیا جو آج تک چلا آرہا ہے۔ آزادی ملنے کے بعد بھی کسی مسلم ملک نے سود ختم کرنے کی کوشش نہیں کی۔

● سود ختم کرنے کی کوششیں کیوں نہیں کی گئیں؟

☆ اس کی وجہ ذہنی غلامی ہے اور یہ نہایت ہی غلط اور گمراہ کن تصور بھی کہ ساری دنیا میں جاری وساری نظام کو مسلم ممالک میں ختم نہیں کیا جاسکتا۔

● کیا سود کو ختم کیا جاسکتا ہے؟

☆ سود کو یقیناً ختم کیا جاسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ایسا حکم نہیں جس پر کسی زمانے اور کسی حال میں بھی عمل نہ ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اللہ تبارک وتعالیٰ کسی انسان کو کوئی ایسا حکم نہیں دیتا جس پر وہ عمل نہ کرسکے''۔

● سود کیسے ختم کیا جاسکتا ہے؟

☆ سودی نظام اس لئے جاری وساری ہے کہ یہ قرض مہیا کرتا ہے اور قرض انسانی معاشرے کی ناگزیر ضرورت ہے۔ تجارتی، صنعتی، زراعتی اور فلاحی اداروں اور حکومتوں کو اکثر اوقات اور متمول حضرات کو بھی بعض اوقات قرض کی ضرورت پڑتی ہے جو اس وقت سود کے ذریعے مہیا کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا بلاسودی قرض کی وسیع پیمانے پر فراہمی سے ہی سود کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ قرض خواہوں کو بلاسودی قرض کی سہولت مہیا کئے بغیر سود کا خاتمہ ناممکن ہے۔

● وسیع پیمانے پر بلاسودی قرض کی سہولت کس طرح مہیا کی جاسکتی ہے؟

☆ بینکوں کے ذریعے وسیع پیمانے پر بلاسودی قرض جاری کرنے کے لئے سود کا متبادل پاکستان کے مرحوم پروفیسر شیخ محمود احمد نے ایجاد کیا۔ جن کے متعلق ربوٰ کیس میں پاکستانی سپریم کورٹ کے فیصلے میں لکھا ہے: ''ہمارے ملک کے سب سے ممتاز ماہر معاشیات، محقق اور اعلیٰ مفکر جس نے اپنی زندگی کا قابل قدر حصہ مسئلہ سود کے غور وفکر میں صرف کیا''۔ مرحوم نے سود کے اسلامی متبادل کا نام انگلش میں ''ٹائم ملٹی پل کاؤنٹر لون'' اور اردو میں ''متبادل قرض'' رکھا۔ متبادل قرض کے ذریعے ہر وہ کام انجام دیا جاسکتا ہے جو سودی بینکنگ نظام میں سود کے ذریعے انجام دیئے جاتے ہیں۔ ''سود کا صحیح متبادل جو سود کی جگہ لے سکتا ہے، وہ متبادل قرض ہے''۔

● متبادل قرض پر مبنی بلاسودی بینکنگ نظام کا طریقہ کار کیا ہوگا؟

☆ متبادل قرض پر مبنی بلاسودی بینکنگ نظام میں بینک اور قرض خواہ بیک وقت ایک دوسرے کو ایسے بلاسودی قرض دیں گے جن کی رقم اور مدت کا حاصل ضرب برابر ہو۔ مثال کے طور پر اگر کسی تاجر کو دس لاکھ روپے کا قرض ایک سال کے لئے درکار ہے تو وہ بینک کو ایک لاکھ روپیہ دس سال کے لئے یا دو لاکھ روپے پانچ سال کے لئے قرض دے کر اپنا مطلوبہ قرض بینک سے لے سکتا ہے۔ تاجر بینک کا دس لاکھ روپے ایک سال بعد واپس کرے گا اور بینک تاجر کا ایک لاکھ روپے دس سال بعد یا دو لاکھ روپے پانچ سال بعد واپس کرے گا۔ تاجر سے لی ہوئی رقم کو بینک جائز کاروبار میں لمبی مدت تک لگا کر منافع کمائے گا۔ کھاتہ داروں کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنی رقم کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھیں یا انویسٹمنٹ اکاؤنٹ میں رکھیں۔ انویسٹمنٹ اکاؤنٹ ہولڈر نفع ونقصان میں بینک کے ساتھ شریک ہوں گے۔ سودی بینکنگ نظام میں متبادل قرض فوری طور پر سود کی جگہ لے سکتا ہے اور سود کا خاتمہ بلا تاخیر ہوسکتا ہے۔ موجودہ سودی بینک بلاسودی قرض دینے اور کاروبار کو اپنا ذریعہ آمدنی بنانے سے صحیح معنوں میں اسلامی بینک بن سکتے ہیں۔

● کیا سود کا فوری خاتمہ ضروری ہے؟ اور کیا اسے بتدریج ختم کرنے میں آسانی نہیں ہوگی؟

☆ کسی عمل کے جرم ثابت ہونے کے بعد اسے جاری رہنے نہیں دیا جاتا۔ کسی کو یہ اختیار نہیں کہ کسی گناہ کبیرہ اور خاص طور پر سود کو جو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کا باعث ہے، چھوٹی سے چھوٹی مدت کے لئے بھی جاری رہنے کی اجازت دے یا ایسی سفارش کرے، لہٰذا سود کا فوری خاتمہ ضروری ہے۔ یہ گمراہ کن تصور ہے کہ سود کو یکدم ختم کرنے سے مشکلات پیدا ہوں گی۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کریں اور وہ ہمیں مشکلات میں ڈال دے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ ہمارے لئے آسانی چاہتا ہے اور ہمارے لئے مشکل نہیں چاہتا۔

● سود کے خاتمے پر جاری سودی قرضوں کا معاملہ کیسے طے کیا جائے گا؟

☆ ہر سودی قرض متبادل قرض کی بنیاد پر غیر سودی قرض میں تبدیل ہوسکتا ہے مثلاً اگر کسی نے بینک سے دس لاکھ روپے قرض لے رکھا ہے جس پر وہ سالانہ ایک لاکھ روپے سود ادا کرتا ہے تو وہ اب بینک کو ایک لاکھ روپے سود دینے کی بجائے پچاس ہزار قرض کی ادائیگی میں دے اور باقی نو لاکھ پچاس ہزار روپے کی ادائیگی کے لئے ایک سال کی مہلت کے عوض بینک کو پچاس ہزار روپے ۱۹ سال کے لئے متبادل قرض دے۔ اگلے سال پھر بینک کو ایک لاکھ روپے سود دینے کی بجائے پچاس ہزار روپے قرض کی ادائیگی میں دے اور باقی نو لاکھ روپے کی ادائیگی میں ایک سال کی مہلت کے عوض بینک کو پچاس ہزار اٹھارہ سال کے لئے متبادل قرض دے۔ اس طرح کچھ عرصے میں سود پر لئے گئے قرض کی ادائیگی متبادل قرض کے ذریعے ہوجائے گی۔

● متبادل قرض پر مبنی سودی بینکنگ نظام سے کیا فوائد حاصل ہوں گے؟

☆ سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہوگا کہ اللہ ورسولؐ سے جنگ ختم ہوگی اور اللہ کی نصرت نصیب ہوگی جو دین ودنیا میں فلاح پانے کا باعث ہوگی۔ اشیاء کی قیمتوں سے سود کا عنصر ختم ہوگا اور مہنگائی میں کمی ہوگی۔ لوگوں کے اخراجات کم ہوں گے جس سے بچتیں زیادہ ہوں گی اور بینک ڈپازٹ زیادہ ہوں گے جس سے بینک اور زیادہ بلاسودی قرض دے سکیں گے جس سے صنعت وتجارت اور زراعت میں ترقی ہوگی، بیروزگاری کم ہوگی۔ روزگار میں زیادتی کی وجہ سے حکومت کے لئے انکم ٹیکس کے ذریعے آمدنی میں اضافہ ہوگا۔ سود میں دی جانے والی ساری رقم بچ جائے گی جس سے حکومت کے ذمے قرضوں کی ادائیگی ہوسکے گی۔ سود کا عنصر ختم ہونے پر برآمد کی جانے والی مصنوعات کی لاگت کم ہوگی جس سے برآمد میں اور زر مبادلہ کی کمی میں اضافہ ہوگا۔ اس سے نہ صرف بیرونی قرضوں سے نجات ملے گی بلکہ پرانے قرضوں کی ادائیگی بھی ہوجائے گی (انشاء اللہ)۔ مسلم ممالک مل کر متبادل قرض پر مبنی ایک سنٹرل بینک قائم کرسکیں گے جو مسلم ممالک کو ترقیاتی منصوبوں کے لئے بلاسودی قرض مہیا کرے گا اور جو مسلم ممالک کی فالتو رقم متبادل قرض کی بنیاد پر قرض لے کر مسلم ممالک میں ترقیاتی منصوبوں پر لگائے گا جس سے مسلم ممالک میں صنعتی اور اقتصادی ترقی کا دور شروع ہوگا اور امت مسلمہ ذلت وخواری سے نکل کر کھویا ہوا مقام حاصل کرسکے گی۔

● کیا قرض لینا، خاص طور پر تجارت کے لئے غیر پسندیدہ نہیں ہے؟

☆ یہ نہایت ہی غلط تصور ہے کہ قرض لینا غیر پسندیدہ ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ذاتی اور ریاستی اغراض کے لئے قرض لیا ہے اور متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تجارت کے لئے قرض لیا ہے۔ اسلام میں قرض غیر پسندیدہ نہیں ہے۔ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ قرض کی مذمت کرے، البتہ قرض پر سود کی مذمت واجب ہے۔

● کیا متبادل قرض شرعاً جائز ہے؟

☆ متبادل قرض یقیناً شرعاً جائز ہے۔ یہ سود ختم کرنے کا ذریعہ ہے۔ کسی اور نے ابھی تک اس کے علاوہ سود ختم کرنے کا کوئی ذریعہ پیش نہیں کیا۔ یہ قرآنی آیت: ''نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا بھی کچھ ہوسکتا ہے'' کا عملی مظہر ہے کیونکہ اس میں دونوں فریق ایک دوسرے کو بلاسود قرض دے کر ایک دوسرے سے بھلائی کرتے ہیں اور ایسی بھلائی جو سود ختم کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ پاکستان میں سپریم کورٹ شریعت ایلیٹ بنچ، جس نے ۱۹۹۹ء میں ربوٰ کیس کی سماعت کی، اس پانچ رکنی بنچ میں دو عالم دین جج جناب مفتی تقی عثمانی اور ڈاکٹر محمود احمد غازی شامل تھے۔ راقم نے کورٹ میں دورانِ سماعت متبادل قرض کی تجویز زبانی اور تحریراً پیش کی۔ کسی جج نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور کورٹ کے فیصلے مورخہ ۲۳ر دسمبر ۱۹۹۹ء میں اسے بلا کسی اعتراض بیان کیا گیا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے اسے اپنی رپورٹ مورخہ ۱۵ر جون ۱۹۸۰ء میں شامل کیا اور اس پر کوئی شرعی اعتراض نہیں کیا۔

● کیا ماہرین معاشیات نے متبادل قرض کی افادیت کو تسلیم کیا ہے؟

☆ جن ماہرین معاشیات اور تجربہ کار بینکاروں نے متبادل قرض پر سنجیدگی سے غور کیا، انھوں نے اس کی افادیت کو تسلیم کیا۔ نومبر ۱۹۷۷ء میں اسلامی نظریاتی کونسل نے سود ختم کرنے کی تجاویز تیار کرنے کے لئے اعلیٰ ماہرین معاشیات اور سینئر بینکاروں کا ۷ارکنی پینل مقرر کیا۔ اس میں مرحوم شیخ محمود احمد شامل تھے۔ انھوں نے پینل میں سود ختم کرنے کے لئے متبادل قرض کی تجویز پیش کی۔ طویل بحث ومباحثے کے نتیجے میں پینل کے سب ممبران نے تجویز کو قبول کرلیا اور اس کی افادیت کو اپنی رپورٹ ۲۸ر جنوری ۱۹۸۰ء میں بیان کیا۔ متعدد بین الاقوامی شہرت کے ماہرین معاشیات نے بھی اس کی افادیت کو تسلیم کیا جن میں امریکہ اور ملائشیا کی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹیوں کے پروفیسر بھی شامل ہیں۔

● ۱۹۷۵ء میں کثیر تعداد میں اسلامک بینکوں کے وجود میں آنے کے بعد بھی سود کیوں ختم نہیں ہوا؟

☆ موجودہ اسلامک بینک سود ختم کرنے میں کوئی کردار ادا نہیں کرسکتے کیونکہ سود ختم کرنا ان کا مقصد ہے اور نہ انھوں نے بلا سودی قرض دینے کا کوئی اہتمام کیا، جس کے بغیر سود کا خاتمہ ناممکن ہے۔ نہ معلوم کیوں یہ بینک قرض کی ترغیب دینے والی حدیث کو نظرانداز کرتے ہیں اور قرض کو اپنے دائرہ کار سے باہر رکھتے ہیں۔ ۱۹۹۸ء میں پاکستان کی اشد ضرورت کے وقت اسلامک ڈیولپمنٹ بینک اور دوسرے اسلامک بینکوں نے مل کر پاکستان کو لندن کے شرح سود LIBOR سے پانچ فیصد زیادہ شرح سود پر قرض کی پیشکش کی۔ یہ بینک ایک دوسرے کو بھی بوقت ضرورت قرض نہیں دیتے۔ مفتی تقی عثمانی نے ''انٹروڈکشن ٹو اسلامک فنانس'' میں لکھا ہے:

''اسلامک بینک اپنی قلیل مدتی مالیاتی ضروریات پوری کرنے کے لئے روایتی بینکوں سے رجوع کرتے ہیں جو روایتی بینک کھلے یا مخفی سود کے بغیر پوری نہیں کرتے''۔

ڈاکٹر محمد عمر چھابڑا نے ''حرمت سود'' میں اسلامک بینکوں کے متعلق لکھا ہے: ''ان بینکوں کو اپنے فاضل نقد کو نفع بخش طریقے پر مختصر مدت کے لئے استعمال کرنے کی کوئی سبیل نہیں ہے اور انہیں روایتی مالیاتی منڈی میں جانا پڑتا ہے جس کی وجہ سے ان پر تنقید ہوتی ہے''۔

متبادل قرض کے ذریعے بلاسود قرض مہیا کرنے کو اپنے دائرہ کار میں شامل کرکے اسلامک بینک خود کو اور امت مسلمہ کو سود سے نجات دلاسکتے ہیں۔ اسلامک بینکنگ سے متعلق حضرات سے سوال ہے کہ اسلامک بینک سود ختم کرنے کے لئے مؤثر کردار ادا کیوں نہیں کرتے؟

●●

ترکی کا اقدام اور عربوں کا پس وپیش

تحریر: ابراہیم بیومی غانم
(پروفیسر پولیٹیکل سائنس، مصر)
ترجمہ: مسعود الرحمن خان ندوی

عرب خطے میں ترکی ڈپلومیسی کی اچانک سرگرمی کی معنی خیز تاریخی دلاتیں ہیں۔ ان سے ترکی کے موجودہ قائدین کے اس باعزت دور کی یاد آتی ہے جو ان کے اسلاف نے عثمانی مملکت کی چھاؤں میں عالم اسلامی کی بیرونی حملوں اور خطروں سے حفاظت کے لئے صدیوں نبھایا تھا۔ پہلا فریق جس کا اس ترکی ڈپلومیسی سے اچانک سابقہ ہوا سرکاری عرب نظام حکم ہے جو اب تک خوفناک انتشار میں مبتلا اور اس حد تک فضولیات میں ملوث ہے کہ اس کی بے غیرتی اور بے حمیتی کی اوچھی حرکتوں سے دل اوب گیا ہے۔ مختلف راجدھانیوں میں متعدد چوٹی کانفرنس ہالوں کی عرب پہلوؤں کے ٹکراؤ سے لے کر سرکاری نظام کے قائدین کے پہلوانی بیانات کی سیاہ (مسخرہ پن) تک کبھی وہ حالات کی ناسازگاری اور اپنی بے بسی وعاجزی کا بہانہ بناتے ہیں یا قادر مطلق کی طاقت سے عزت/ اقامت/ جلالت مآب کے حاکمانہ وقائدانہ روپ دھارتے ہیں، یا بے کس وبے بس عام شہری کا بھیس بدلتے ہیں یا بہترین حالات میں تیسرے درجے کے سیاسی تجزیہ نگار بن کر ''کمزور ترین ایمان'' کے عذر میں پناہ لیتے ہیں۔

ترکی کا اچانک ڈپلومیٹک حملہ بھی عرب سرکاری نظام کو اس کے انتشار سے نکالنے میں کامیاب نہیں ہوا اور وہ عرب چوٹی کانفرنسوں کی غیر ضروری شکلوں میں الجھے رہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ترکی کے وزیر اعظم رجب طیب اردوغان کا عرب خطے کا پہلا دورہ بعض بڑے عرب ممالک کی نبض ٹٹولنے کے لئے تھا تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ قابل اعتماد طاقت کس کے پاس ہے۔ اسی لئے ترک ڈپلومیسی نے حل وعقد کے حامل: حماس، دمشق، قاہرہ اور تل ابیب پر اپنے راست عمل کو مرکوز کیا، مگر ایسا لگتا ہے کہ عرب نظام کی نبض ٹٹولنے میں ترکی کو زیادہ وقت لگے گا اس لئے کہ وہ اس نبض کو تقریباً آٹھ دہائیوں (یعنی خلافت عثمانی کے خاتمے سے لے کر بیسویں صدی کے اختتام تک) میں گنوا چکی ہے۔

دوسرا اور تیسرا فریق جس کو ترکی ڈپلومیسی سے اچانک سابقہ ہوا وہ صہیونی دشمن اور امریکی انتظامیہ ہیں جو دسیوں برسوں سے ترکی کے ساتھ مضبوط رشتوں سے مربوط ہیں۔ امریکہ نے تو اردوغان کی پیش قدمی پر اب تک مشتبہ چپی سادھ رکھی ہے، جبکہ صہیونی وجود کے صدر شمعون پیریز نے اردوغان کے احساس توہین کو قابو میں کرنے کی کوشش کی جو ان کو اسرائیلی وزیر اعظم ایہود اولمرٹ کے غزہ پر اچانک حملے سے پیدا ہوا تھا۔ (ہوا یہ کہ حملے سے صرف پانچ دن قبل ایہود اولمرٹ انقرہ پہنچے، خطے میں امن وامان، مسئلہ فلسطین، شام سے بالواسطہ گفتگو وغیرہ پر بات چیت اور مشورہ ہوا، اسرائیل واپسی پر اپنی کیبنٹ سے مشورے کرکے طیب اردوغان کو جواب سے مطلع کرنے کا وعدہ کیا، لیکن وعدہ خلافی کرتے ہوئے دوسرے دن وہ غزہ پر حملہ کردیا۔

طیب اردوغان نے اس بدنیتی اور دھوکہ دھڑی کا نوٹس لیتے ہوئے اسرائیلی حملے کی سخت مذمت کی اور اس مسئلے کو ترکی پارلیمنٹ کے سپرد کرتے ہوئے عوام کے منتخب نمائندوں کے سامنے پیش کیا اور وضاحت کی کہ ایہود اولمرٹ نے اپنے جھوٹ وفریب سے شخصی طور پر صرف انہی کی نہیں بلکہ تمام ترکی عوام کی توہین کی ہے اور شرق اوسط کے تین بڑے ممالک میں سے ایک کے صدر کو دھوکہ دیا ہے۔ اس طرح گویا اردوغان نے کسی بھی وجہ سے اپنی وزارت عظمیٰ چھوڑنے کی صورت میں آئندہ آنے والی حکومت کو بھی صہیونی حکومت کے خلاف یہی سیاست جاری رکھنے کا پابند بنادیا۔ اس لئے کہ اسرائیل نے ذاتی طور پر اردوغان کو نہیں بلکہ مملکت کے طور پر ترکی کو دھوکہ دیا ہے۔ اس لئے میرا یہ کہنا ہے کہ غزہ بحران میں ترکی کی مداخلت کی طاقت کے مصادر میں: اس کی جمہوریت، اس کا اسٹریٹجک تصور اور اس ملک کے حجم ومقام کے لحاظ سے تصرف واقدام ہے۔

طیب اردوغان کی زبان سے ترکی کا موقف سخت ہوتا گیا، انھوں نے حملے کی پوری ذمہ داری صہیونیوں پر ڈالنے اور وقتی امن وامان کی تجدید کے انکار سے حماس کو بری کرنے سے لے کر لیڈروں کے تعاقب تک کا مطالبہ کرڈالا تاکہ ورلڈ کرمنل کورٹ میں جنگی جرائم اور انسانیت کے خلاف جرائم کے الزام میں ان پر مقدمہ چلایا جائے۔ انھوں نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ سیکورٹی کونسل کی لازمی قراردادوں کی پابندی نہ کرنے پر اسرائیل کے خلاف پابندیاں عائد کی جائیں، یہ تمام ایسی باتیں تھیں جن کے قریب بھی کوئی عرب قائد نہیں پھٹکا، بلکہ فلسطین مقتدرہ کے صدر محمود عباس نے تو اس کاغذ پر دستخط کرنے سے بھی انکار کردیا جس میں صہیونی قائدین کو عالمی جرائم کورٹ میں پیش کرنے کا ذکر تھا! آخری دنوں میں تو ایسی اطلاعات بھی ملیں کہ صہیونی خفیہ ادارہ موساد نے اردوغان کے غصے سے اسرائیلی حکومت کو ہوشیار کیا ہے کہ یہ بات کہیں کلامی مذمت سے بڑھ کر اسرائیل کے ساتھ اسٹریٹجک تعاون معاہدہ کے جامد کرنے تک نہ پہنچ جائے، جس کی وجہ سے اسرائیل کو حاصل فوجی سہولتوں سے محروم ہونا پڑے۔ ترکی کے اس اشارے سے اگر حملہ یا مہم جوئی جاری رہی تو اسرائیل کے ساتھ اس کے اسٹریٹجک فوجی اور اقتصادی تعلقات کو جاری رکھنا یا نہ رکھنا زیر غور ہے۔ فلسطینی مزاحمت کو نہ صرف تقویت ملی بلکہ حملے کے مقابلے کو زیادہ طویل مدت تک جاری رکھنے کا حوصلہ بھی ملا، مگر افسوس کہ اس کے مشابہ ''مفادات کی زبان'' اور ''طاقت کی زبان'' (جس کے علاوہ صہیونی کوئی دوسری زبان سمجھتے ہی نہیں ہیں) کے عرب حکام کی طرف سے فقدان کے سبب مطلوبہ نتیجہ حاصل نہیں ہوسکا، جبکہ اردوغان تفریحاً کوئی بات نہیں کرتے، وہ اس سے پہلے اسرائیل کے ساتھ ترکی ٹینکوں اور ایف ۴ ہوائی جہازوں کی نگہداشت کا بیس ملین ڈالر کا معاہدہ منسوخ کرکے یہ ذمہ داری ایک ترکی کمپنی کے حوالے کرچکے ہیں جس نے زیادہ صلاحیت سے کم سرمایہ میں یہ کام انجام دیا۔

اس اہم ترین معرکہ میں عین ضرورت کے وقت عرب سرکاری موقف مسخرہ پن پر مبنی تھا۔ عرب اور ترکی موقف کے اس فرق نے بہادرانہ مزاحمت کی روایتی ثابت قدمی کے ثمرات وفوائد ضائع کردیئے، جبکہ موجودہ یکطرفہ جنگی مہم کے خلاف حالیہ مزاحمت ۱۹۶۷ء کے صہیونی حملے کی مدت سے چار گنا زیادہ طویل تھی، جس میں اسرائیل نے چار عرب افواج کو تباہ وبرباد کردیا تھا۔ مگر مزاحمت کا ایسا حشر نہ ہوسکا، وہ اب بھی جاری ہے۔ بہرحال اس رسوا کن عرب سرکاری دست کشی کے باوجود ترکی ڈپلومیسی کی مرکز سرگرمی احمد داؤد اوغلو کی قیادت میں لگاتار دوروں کی شکل میں جاری رہی، جن کو ترکی سیاست کا کسنجر کہا جاتا ہے۔ لیکن ترکی کی غیر جانبدارانہ اور مخلصانہ مساعی کے باوجود ان کی کامیابی بحالات موجودہ محدود ہی ہوگی۔ اس لئے کہ صہیونیوں اور امریکہ نے عرب حکام کو دست کشی پر مجبور کرنے کے ساتھ ہی اس بات کا تہیہ کر رکھا ہے کہ اس کشمکش میں ترکی کو کوئی نمایاں فائدہ نہ حاصل ہو اور پھر اس کو عرب حکام کی طرح نچانے میں زحمت پیش آئے، خاص طور سے اس لئے کہ اردوغان کا اپنے عثمانی اسلاف کا حوالہ دیتے اور یہودیوں کی حمایت وحفاظت میں ان کا نیک نامی کے ساتھ ذکر ترکی کے بڑی علاقائی ریاست کے رخ کا حامل ہے، جس کا حساب تو بڑی طاقتوں کو رکھنا ہی ہے، خاص طور پر اس لئے بھی کہ اب اس کو صرف ناٹو معاہدہ کا رکن گردانے کا زمانہ لد گیا۔

بہرحال فی الوقت ترکی کے پاس اگرچہ عرب۔ صہیونی کشمکش کے حل کے لئے کوئی جادو کی کنجی تو نہیں ہے لیکن اس کا اس کشمکش کے تقاعلات میں گھسنا ہوسکتا ہے کہ اس مرتبہ اس کو اقوام متحدہ کی غزہ۔ اسرائیل گزرگاہوں یا غزہ حدود پر متعین ہونے والی فوج کی قیادت دلادے تاکہ وہاں امن قائم ہوسکے جیسا کہ لبنان پر ۲۰۰۶ء میں اسرائیلی حملے کے بعد بین الاقوامی افواج بھیج کر کیا گیا تھا۔ ترکی ڈپلومیسی کی سرگرمی نے عرب خطے سے اس کے تعلقات کا نیا باب کھولا ہے جس کا اثر وہاں کے مسائل پر پڑے گا۔ ترکی صدر عبداللہ جول کی شرم الشیخ (مصر) میں منعقد مشاورتی چوٹی کانفرنس میں شرکت بھی علاقے کے مسائل کے حل میں اس کی ضرورت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اگرچہ فی الوقت اس شرکت سے یہ نقصان ہوا کہ ترکی زیادہ فعال طور پر فلسطینیوں کی مدد نہیں کرسکا۔

بہرحال ترکی کی اس سرگرمی میں بڑے عرب ممالک خاص طور سے مصر کے لئے یہ سبق ہے کہ اپنے تہذیبی عمق کے حجم اور اپنے علاقائی وعالمی مقام ومرتبہ کے حساب سے ضرورت کے اہم مواقع پر کیسے تصرف واقدام کیا جانا چاہئے۔ (ہفتہ وار المجتمع، کویت) لیکن ایسا لگتا ہے کہ عرب حکام اور ان کے ہمنوا بے غیرت اہل قلم کوئی سبق یا عبرت حاصل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور انتہائی بے شرمی سے اپنی بے عملی بلکہ سازشی سازباز چھپانے کے لئے مسئلہ فلسطین میں علاقائی (ترکی وایران) غیر عرب ناپسندیدہ مداخلت پر طبع آزمائی شروع کردی ہے۔ (مترجم)

بٹلہ ہاؤس انکاؤنٹر: جامعہ ٹیچرز سالیڈرٹی گروپ کا مطالبہ

نئی دہلی۔ جامعہ ٹیچرز سالیڈرٹی گروپ کے ایک وفد نے قومی انسانی حقوق کمیشن کے چیئرمین جسٹس راجندر بابو سے یہاں ملاقات کی اور اس بات پر تشویش کا اظہار کیا کہ بٹلہ ہاؤس مبینہ انکاؤنٹر معاملے میں دہلی پولیس اور حکومت کی طرف سے کمیشن کے رہنما اصولوں کی خلاف ورزی کی جارہی ہے۔ واضح رہے کہ حال ہی میں دہلی کے لیفٹننٹ گورنر تیجندر کھنہ نے اس معاملے میں صرف دہلی پولیس کی رپورٹ پر اعتماد کرتے ہوئے مجسٹریٹ انکوائری کا مطالبہ مسترد کردیا ہے جبکہ پولیس خود اس معاملے میں فریق ہے۔ اصولی، قانونی اور اخلاقی لحاظ سے گورنر کا فیصلہ درست نہیں ہے۔

انھوں نے کمیشن کے چیئرمین پر زور دیا کہ وہ اس معاملے میں حقائق کو سامنے لانے اور انصاف کو یقینی بنانے کی کوشش کریں۔ اس موقع پر کمیشن کے چیئرمین نے بھی لیفٹننٹ گورنر کی کارروائی پر عدم اطمینان کا اظہار کیا اور کہا کہ اسے کمیشن ہائی کورٹ میں چیلنج کرے گا۔ وفد نے چیئرمین سے اپیل کی کہ وہ معاملہ کی آزادانہ انکوائری کے لئے انسانی حقوق کے سرکردہ لوگوں کی ایک کمیٹی بنائیں۔

POSTED ON 26February 2009 AT DELHI R.M.S. LICENCE NO. U (D.N.) 41/ 2006-08 TO POST WITHOUT PRE PAYMENT PAGES-8. ۲۸رفروری ۲۰۰۹ء

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:- dawattrust@yahoo.co.in , dawaturdu@indiatimes.com

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57 POSTAL REGISTRATION No.
DL (S) - 05 / 3128 / 2009 - 2011 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post

سوات میں جنگ بندی قومی مفاد میں

پشاور۔مقامی طالبان پاکستانی فوج اور ملک کے خلاف جنگ نہیں چاہتے۔ مولوی فقیر قبائلی علاقے باجوڑ ایجنسی میں مقامی طالبان نے یکطرفہ جنگ بندی اور سیکورٹی فورسیز کے خلاف ہر قسم کی مزاحمت ختم کرنے کا اعلان کرتے ہوئے کہا ہے کہ انھوں نے یہ اقدام کسی دباؤ کے بجائے قومی مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اٹھایا ہے۔ باجوڑ ایجنسی میں مقامی طالبان کے سربراہ مولوی فقیر محمد نے یہ اعلان ایف ریڈیو چینل پر خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انھوں نے کہا کہ جنگ بندی کا اعلان حکومت یا کسی اور کے دباؤ کے بغیر کیا جارہا ہے اور قومی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے علاقے میں سیکورٹی فورسیز کے خلاف کارروائیاں ختم کردی گئی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ مقامی طالبان فوج اور ملک کے خلاف جنگ نہیں چاہتے بلکہ ان کے مطابق بعض مفاد پرست عناصر اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے دونوں کے درمیان اختلافات پیدا کرکے ان کو آپس میں لڑا رہے ہیں۔ طالبان کمانڈر کا کہنا تھا کہ بیرونی دنیا کو پاکستانی فوج اور 'مجاہدین' کی طاقت اور صلاحیتوں کا بخوبی علم ہے اس لئے ان کی کوشش ہے کہ اس ملک میں کبھی امن قائم نہ رہے۔ مولوی فقیر نے کہا کہ باجوڑ کے طالبان کو افغانستان میں لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہاں پہلے طالبان بڑی تعداد میں موجود ہیں تاہم اگر ضرورت پڑی تو وہ امریکہ کے خلاف افغانستان میں ہر وقت لڑنے کے لئے تیار ہیں۔

بقیہ: فلسطینیوں کی جرأتمندی

نقیب بارک اوبامہ نے چپ کا روزہ رکھ کر دنیا کے اربوں انسانیت نواز لوگوں کے جذبات پر نمک پاشی کی۔ اب سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ایسی کیا وجہ ہے کہ اوبامہ جس نے روئے ارض کے ہر شخص کو سبز باغ دکھایا تھا کہ وہ صدر منتخب ہوکر امریکہ کی استعماری پالیسیوں میں تبدیلیوں کی پیوندکاری کو یقینی بنائیں گے، وہ بھی اسرائیلی جبر و استبداد پر خاموش ہیں؟ جان میرشیمر اور اسٹیفن والٹ ہارورڈ یونیورسٹی و شکاگو یونیورسٹی کے پروفیسر مصنف و محقق ہیں۔ دونوں اپنے تجزیے میں لکھتے ہیں کہ امریکہ میں بہت ساری تنظیمیں و سیاسی گماشتے ایسے ہیں جو ہر وقت وہائٹ ہاؤس کو موافق اسرائیل پالیسیوں کی راہ پر گامزن کرنے کی جستجو میں لگے رہتے ہیں۔

AIPAC کے ساٹھ ہزار ممبران اسرائیلی لابی سے وابستہ ہیں۔ اسرائیل اس تنظیم کے توسط سے امریکن الیکشن (خواہ وہ سینٹ کا ہو یا کانگریس کا یا صدارتی) میں امیدواروں کی انتخابی مہم میں اربوں روپے کی انویسٹمنٹ کرتا ہے اور پھر جیتنے والے امریکیوں سے اپنی خدمات کا صلہ وصول کرتا ہے کہ کانگریس و اراکین سینٹ اور وابستگان وہائٹ ہاؤس صیہونیوں کے تمام خونیں اقدامات کی تائید کرتے ہیں۔ یہ تنظیم اہم ترین اسرائیلی کمیٹیوں کی نمائندگی کرتی ہے جو امریکی پالیسیوں کو صیہونیت ازم کے لبادے میں لپیٹ کر اسرائیلی مفادات کا تحفظ کرتی ہے۔ یوں وہائٹ ہاؤس سے لے کر پنٹاگون اور کانگریس سے لے کر ذرائع ابلاغ کی دنیا تک میں ہزاروں یہود نواز شاطر امریکن پالیسی سازوں کو موافق اسرائیل اقدامات کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ یوں امریکہ اسرائیل کی نہ صرف ہر پلیٹ فارم پر وکالت کرتا ہے بلکہ واشنگٹن فلسطینیوں اور مڈل ایسٹ پر اسرائیل کی گرفت کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کے لئے اپنی توانائی خرچ کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ اسٹیفن و جان میئر کے عراق و افغان جنگ اسرائیلی لابیوں کی سازشی سوچ و بچار کا نتیجہ ہے۔ یہودی لابیاں امریکہ کی مختلف ریاستوں میں شروع کردہ لڑائیوں میں ایک طرف امریکی محرکین کی بھرپور حمایت کرتی ہیں تو دوسری طرف امریکی حملوں کی ہمت افزائی کی جاتی ہے جیسا کہ ماضی میں صدام حسین کے خلاف کیمیائی ہتھیاروں کا دشنام دے کر عراق پر امریکی حملے کی راہ ہموار کی گئی۔ گو کہ اوبامہ ایران کے ساتھ مذاکرات کرنے پر آمادگی ظاہر کرچکے ہیں مگر یہودی گروہ ایران و شام کو تختہ مشق بنانے کی کوششیں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ دونوں باضمیر پروفیسرز اپنی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ اسرائیل نے امریکہ میں ایسا نیٹ ورک تشکیل دیا ہوا ہے جو سرکاری و غیر سرکاری اداروں میں اسرائیلی مفادات کو آگے بڑھانے کا کام سرانجام دیتا ہے۔

AIPAC ہر سال اپنی سالانہ کانفرنس منعقد کرتی ہے تو اس میں دونوں بڑی پارٹیوں ری پبلکن اور ڈیموکریٹ کے نوے فیصد اراکین، پنٹاگون کے دھنتر جرنیل، مختلف ملکوں میں تعینات امریکی سفیر اور نامی گرامی امریکی زعما اسرائیل سے اپنی والہانہ عقیدت اور وفاداری جتانے کے لئے جوق در جوق شرکت کرتے ہیں۔ امریکہ کے قانون ساز اداروں میں یہودیت کے پجاریوں کا اثر و رسوخ اتنا بڑھ گیا ہے کہ خود امریکہ کے اندر یہ احساس پروان چڑھ رہا ہے کہ اسرائیل کی بے جا حمایت نے امریکہ کو دنیا بھر میں قابل حقارت بنا کر رکھ دیا ہے۔ امریکہ میں کئی نسلوں سے ایک زبردست نظام جاری ہے۔ یہ نظام شہری سماج سے پرے ہے بلکہ انفرادی اشخاص و شہریوں کے گروپوں کا بھی اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسٹیفن و شیمر نتیجہ نکالتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اگر بارک اوبامہ واقعی امریکیوں و دنیا کے دیگر انسانوں کی امنگوں کے تناظر میں تبدیلیاں لانے میں مخلص ہیں تو ضروری ہے کہ وہائٹ ہاؤس اسرائیل ایسی جنگ باز طاقت کو ختم کرے۔ عالم اسلام کی بدقسمتی ہے کہ آج اس میں کوئی فیصل ہے نہ ہی ما آثر محمد اور نہ ہی گزرے وقتوں کا قذافی جس کی جوانی میں تابندگی ضرور تھی۔ مگر اسے بڑھاپا نگل گیا ہے۔ ایک آدھ استثنیٰ کے علاوہ ایک مسلم رہنما بھی میسر نہیں جو سامراجیت و طاغوت کے خلاف کوئی آواز حق بلند کرسکے۔ مگر ایک سچ یہ ہے جو مادی وسائل کی ارزاں دولت سے مالا مال امہ کو چیخ چیخ کر اپنی طرف متوجہ کررہا ہے کہ اگر مسلم دنیا یہود کے بچھائے ہوئے فرقہ واریت اور تفاوت کے رنگین جال میں جکڑی ہوئی گردنوں کو آزاد کرواکر اتحاد و یکجہتی کی تسبیح میں سمو جائے تو وہ اسرائیل و امریکہ تو کجا پوری دنیا کو بھک سے اڑا سکتی ہے۔ دور حاضر کے ایریل شیرون، ایہود اولمرٹ، یہود نواز امریکی پالیسی ساز اور وہائٹ ہاؤس کے وظیفہ خوار مسلم حکمرانوں کو جبران کے محولہ بالا فقرے کے تناظر میں ماضی کے وحشی درندے ایریل شیرون کے انجام سے سبق سیکھنا چاہئے۔ ایریل شیرون جب قوے میں گیا تو اس لمحے تک اس کا تکبر غرور نخوت و رعونت خونخواری اور درندگی دیکھنے کے لائق ہوا کرتی تھی۔ اس کی چال ڈھال اور چہرے کے تاثرات اس کی بہیمیت کے عکاس تھے۔ وہ اپنے آپ کو پوری کائنات کا بلاشرکت غیرے آقا سمجھتا تھا۔ خون کی ندیاں بہانا اور فلسطینیوں کی لاشوں کے کشتوں کے پشتے لگانا اس کا معمول تھا۔ مگر وہ لمحہ بھی آگیا کہ قدرت نے اس کی تنی ہوئی گردن ایسے توڑی کہ ایک لمبے عرصے تک وہ موت کی تمنا کرتا رہا مگر موت نے بھی اسے اپنے بے رحم آنگن میں سمونے سے انکار کردیا تھا۔ کیا کوئی ظلمت شیرون سے سبق حاصل کرنے کی جسارت کرسکتا ہے؟ ●●

بقیہ : کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں

جب حالات معمول پر آجائیں گے تو ان کا مقابلہ کیا جائے اور ان سے زکوٰۃ لی جائے گی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ نے محبت کی وہ لافانی مثال پیش کی جو آج بھی زندہ ہے۔ ''کیا میرے جیتے جی دین میں کچھ کمی کی جائے گی؟'' تاریخ کا یہ بہت ہی اہم جملہ ہے جسے پڑھ کر آج بھی مومنوں کے خون میں ایک حرارت پیدا ہوجاتی ہے اور زندگی میں تازگی محسوس ہوتی ہے۔ اس جاں نثار نے اس پر بس نہیں کیا بلکہ اعلان کردیا کہ اگر اس کام کے لیے میں تنہا بھی رہ جاؤں تب بھی ان کا مقابلہ کروں گا۔

یہ حقیقت ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت کسی کو نصیب ہوجاتی ہے تو نہ اسے زمانے کا خوف و خیال رہتا ہے اور نہ دنیا کی کوئی فکر۔ اس کا مقصد صرف اور صرف رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ یہ چیز اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات پر عمل پیرا ہوں اور آپ کا فرمان ہے ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے والد اور اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے۔'' ●●

ضرورت رشتہ

خلع شدہ خاتون عمر تیس سال، قد پانچ فٹ چھ انچ، رنگ گورا، تعلیم ایم اے کے لئے مناسب رشتہ درکار ہے۔ دہلی اور قرب وجوار کے رشتے کو ترجیح دی جائے گی۔ رابطہ قائم کریں۔
موبائل نمبر:
9871243102

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایمانین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر ''دعوت'' ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔
ایڈیٹر: پرواز رحمانی
اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمٰن
سب ایڈیٹرس: محمد صبغۃ اللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی
عمیر کوٹی ندوی، اشرف علی بستوی

جامعۃ الصّفہ ورنگل

دعوت دین واقامت دین کے لئے ایک تعلیمی تحریک

الحمدللہ! جامعۃ الصفہ ورنگل اپنا پانچواں تعلیمی سال مکمل کرکے چھٹے سال کا سفر طے کررہا ہے اور اپنے طے کردہ مقاصد کے تحت پیش قدمی کررہا ہے۔ پانچ سال کی مختصر سی مدت میں بفضلہ تعالیٰ گزشتہ دوسالوں میں ۱۰ طلبہ نے حفظ کی تکمیل کی ہے اور امسال اللہ کے فضل وکرم سے مزید ۱۴ طلباء حفظ قرآن کی تکمیل کرچکے ہیں۔

جامعہ کا شعبہ عالمیت

جامعہ کے شعبہ عالمیت میں عربی اول تا چہارم جماعتیں قائم ہیں جس میں تشنگانِ علم وخادمان دین اپنے علم کی پیاس بجھارہے ہیں تاکہ وہ معاشرہ میں منصبی کردار ادا کرسکیں۔ جامعہ میں تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ طلباء کی کردار سازی اور اسلامی فکر کی پختگی پر خاص توجہ کی جاتی ہے۔ جامعہ میں اس وقت ۱۴۰ طلبہ زیر تعلیم ہیں اور تقریباً سارے ہی طلبہ دارالاقامہ میں مقیم ہیں ان کی تعلیم، رہائش وطعام کے اخراجات اہل خیر حضرات کے تعاون وسرپرستی سے مکمل کئے جاتے ہیں (اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے) الحمدللہ! طلباء کو تلگو وانگریزی زبان بھی پڑھائی جاتی ہے تاکہ وہ برادران وطن میں دعوت دین کا کام انجام دیا جاسکے۔

شعبہ تدریب ائمہ

جامعۃ الصفہ ورنگل میں اس سال تدریب ائمہ کا دوسالہ کورس شروع کیا جارہا ہے جس میں ایسے طلباء کو داخلہ دیا جائے گا جو کم ازکم آٹھویں جماعت کامیاب ہوں نیز جو اُردو یا تلگو لکھنا پڑھنا جانتے ہوں اور بالخصوص دیہات کے رہنے والے ہوں۔ ان طلباء کو دوران تعلیم ماہانہ فی کس ایک ہزار روپے تعلیمی وظیفہ دیا جائے گا تاکہ طلباء اور اولیاء طلباء کو یکسوئی ہو اور طلباء دلجمعی کے ساتھ تعلیم حاصل کرسکیں اور ان طلباء کے قیام وطعام کی ذمہ داری جامعہ پر ہوگی۔ ہر طالب علم پر ماہانہ ڈھائی ہزار روپیوں کا خرچ ہوگا (Rs.2,500/-) ادارہ اس سال ۲۰ طلباء کو تدریب ائمہ کے لئے داخلہ کا منصوبہ بنایا ہے۔ تدریب ائمہ کے دوسالہ کورس کے دوران ان منتخب طلباء کو امامت اور خطابت کے اصول قرآن، حدیث وفقہ کے علم اور حالات حاضرہ کے تقاضوں سے واقف کروایا جائے گا۔ اس دوسالہ کورس کی تکمیل کے بعد دیہاتوں میں ان طلباء کی خدمات سے استفادہ کیا جائے گا۔

محترم بھائی! آپ کے علم میں یہ بات ہوگی کہ قادیانیت اور عیسائیت کے مبلغین مختلف طریقوں سے دیہات کے بھولے بھالے مسلمان بھائیوں کو مالی رغبت دلاکر مرتد بنانے کی کوشش کررہے ہیں اور گاہے گاہے انہیں کامیابی بھی حاصل ہورہی ہے جب کہ شہروں میں رہنے والے مسلمان، صاحب ثروت اور اہل علم حضرات اس جانب خاطر خواہ توجہ نہیں دے پارہے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ دونوں فتنے امت مسلمہ کے لئے ایک بڑا مسئلہ بنے ہوئے ہیں مسلمانوں کو جہاں مختلف پہلوؤں سے کام انجام دینا ہے وہیں مساجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ بالخصوص ائمہ مساجد کو بھی تیار کرنا ہے جو دینی تڑپ رکھتے ہوں اور شہروں سے دُور دیہاتی پس منظر میں کام کے لئے آمادہ ہوں۔ جامعۃ الصفہ نے ایک طویل مدتی منصوبہ کے تحت اس اہم کام کو انجام دینے کا بیڑہ اٹھایا ہے جس کے لئے خطیر رقم کی ضرورت ہے اس خصوص میں اہل خیر اور دین کا درد رکھنے والے احباب آگے آئیں اور ان طلباء کی کفالت کی ذمہ دار سنبھالیں۔ جامعۃ الصفہ اس اہم پراجکٹ کو اللہ کے فضل وکرم اور خیر خواہانِ دین وملت کے تعاون سے انجام دے گا۔ انشاء اللہ۔

تعاون کی شکلیں ☆ طلباء کی کفالت: تدریب ائمہ کے لئے فی طالب علم سالانہ -/30,000 روپے شعبہ حفظ کے لئے سالانہ -/10,000 روپے فی طالب علم ☆ شعبہ عالمیت کے لئے سالانہ -/12,000 فی طالب علم (مدت پانچ سال) ☆ اساتذہ کی تنخواہ کی شکل میں ماہانہ =/48,000 روپے ☆ تعمیری کام اور قرضوں کی ادائیگی کیلئے۔ **نوٹ**: جامعہ اپنے خیر خواہوں کو ابھی تک بارہ لاکھ روپے قرض واجب الادا ہے اس خصوص میں تعاون کی درخواست ہے۔

سرپرست جامعہ
حضرت مولانا سید جلال الدین عمری مدظلہ
امیر جماعت اسلامی ہند

JAMIA-TUS-SUFFAH
Deshaipet Road, Warangal, A.P. India

ناظم جامعہ
محمد خواجہ عارف الدین

Phone: +91-870-2424576, Cell:+91-9849004547 A/c No. 444351498 Indian Bank Mandi Bazar, Warangal A.P.INDIA

ہماری نئی کتابیں

25.00 ہر ایک	Common Questions About Islam	غلط فہمیوں کا ازالہ! (اردو/ہندی/انگریزی)	☆
20.00	Concept of God in major religions	عالمی مذاہب میں خدا کا تصور (انگریزی)	☆
35.00	Universal brotherhood	عالمی بھائی چارہ (انگریزی)	☆
20.00	The Qur'an & Modern science: campatible or incampatible	قرآن اور جدید سائنس (انگریزی)	☆
42.00	Similarities between Hinduism & Islam	ہندو مذہب اور اسلام کی یکساں باتیں (انگریزی)	☆
45.00	The Qur'an & Bible in the light of Science	قرآن اور بائبل سائنس کی روشنی میں (انگریزی)	☆
35.00	Right of women in Islam	اسلام میں خواتین کے حقوق: جدید یا فرسودہ؟ (انگریزی)	☆
35.00	Is the Qur'an WORD OF GOD?	کیا قرآن خدا کا کلام ہے؟ (انگریزی)	☆
زیر طبع	Non-Veg Permitted or Prohibited	گوشت خوری صحیح یا غلط (انگریزی)	☆
زیر طبع	Focus on Islam	اسلام پر ایک نظر (انگریزی)	☆
25.00	Hazrat Muhammad & Bhartiya Dharm Grantha	حضرت محمدؐ اور ہندوستانی مذہبی کتابیں (انگریزی)	☆
84.00 set	इस्लाम और इंसान 1-6	اسلام اور انسان (ہندی) سیریز 1 تا 6	☆
24.00	इस्लाम–कुछ अहम पहलू	اسلام کچھ اہم پہلو (ہندی)	☆
65.00	इस्लाम एक सामान्य परिचय	اسلام کا عام فہم تعارف (ہندی)	☆
35.00	प्यारे नबी (सल्ल॰) की पाक ज़िन्दगी	پیارے نبی کی پاک زندگی (ہندی/اردو)	☆
6.00	जीव-हत्या और पशु-बलि (इस्लाम की नज़र में)	جیو ہتیا اور پشو بلی (اسلام کی نظر میں) (ہندی)	☆
70.00		خاتم النبیین (اردو)	☆
18.00	पवित्र क़ुरआन में मानवता की शिक्षा	پوتر قرآن میں مانوتا کی شکچھا (ہندی)	☆
10.00		قرآنی نصیحتیں (اردو)	☆
140.00	दलित समस्या, जड़ में कौन?	دلت مسئلہ، جڑ میں کون؟ (اردو/ہندی)	☆

تاریخی، دینی، اصلاحی، دعوتی لٹریچر اور دیگر اسلامی اداروں کی کتب کے لیے ہم سے رابطہ قائم کریں۔ فہرست کتب مفت طلب کریں

مدھر سندیش سنگم
E-20، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ 110025
فون نمبر: 011-26953327,09212567559 ای میل: madhursandeshsangam@yahoo.co.in

ایم اے ایف اکیڈمی
اے ۴۳ سیکٹر ۶۲، نوئیڈا
فاؤنڈر: محمد ابوالفضل فاروقی
نرسری تا XI داخلے جاری

★ سی بی ایس ای سے منظور شدہ ★ سی بی ایس ای کورس
★ اعلیٰ تربیت یافتہ اسٹاف ★ بچے کی پروگریس پر ہروقت نظر
★ ہر طالب علم پر خصوصی توجہ ★ سیکشن میں صرف ۲۵ طلباء
★ ابتداء سے کمپیوٹر کی تعلیم ★ ہروقت بجلی کے لئے جنریٹر موجود
★ ضروری سامان سے آراستہ سائنس لیب
★ کمرہ روشن، ہوادار، تپش سے محفوظ ★ ۲۴ ہزار مربع گز کا وسیع رقبہ
★ صد فیصد نتائج ★ سیٹیں محدود ★ داخلہ فارم ویب سائٹ پر دستیاب
★ داخلے کیلئے بچے کا ہونہار ہونا کافی ★ ٹرانسپورٹ کے لئے محفوظ اور آرام دہ بسیں
★ ہر قسم کی آلودگی سے پاک اور جدید ترین سہولتوں سے آراستہ نہایت خوشنما عمارت
صد فیصد رزلٹ کے ساتھ سبھی طالب علم فرسٹ ڈویژن ڈسٹنکشن (Distinction) کے ساتھ پاس ہوئے ہیں۔

اعلیٰ ترین سہولتوں کے باوجود فیس کفایتی

Phone: (0120) 2400522, 6545202
Fax:(0120)2400510
e-mail: info@mafacademy.com
Website: www.mafacademy.com

طاقت سے بھرپور بخشی کا صحت بخش ٹانک
شربت اکسیر
جسمانی کمزوری دُور کرنے میں بے مثال
ایس اے بی بخشی کمپنی
۳۲ مولانا شوکت علی اسٹریٹ (کولوٹولہ) کولکاتا۔ ۷۳
Phones: 033-22373039, 033-22377646
دہلی اسٹاکسٹ: ☆ جگمگ اسٹور نیو ورائٹی اسٹور، لال کنواں (نزد ہمدرد) دہلی

قادری دواخانہ کی کامیاب ترین یونانی دوائیں

DIAL
033-2469-3173
033-2489-3539

گٹھیا کے درد میں؟

کسی بھی قسم کے درد چوٹ موچ، گٹھیا، چلنے کٹنے اور بچوں کی مالش میں بہت ہی مفید ہے۔

زعفرانی تیل®

گیسٹک کے درد میں

قبض ٹروجن

بدہضمی، بھوک کی کمی، درد جگر، قبض، سینے کی جلن اور پیٹ کے جملہ امراض میں بہت ہی مفید ہے

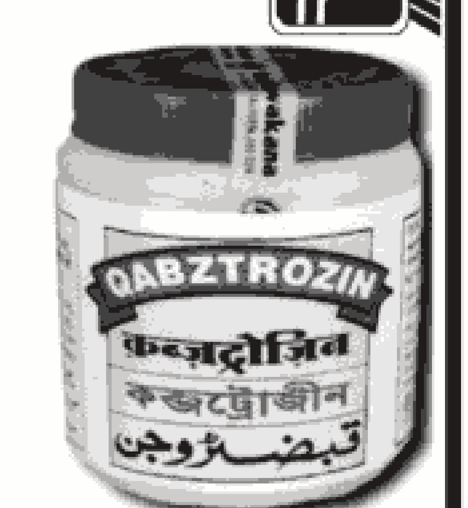

Qadri Dawakhana
B-18, NAWAB WAJID ALI SHAH ROAD, KOLKATA - 24,
DISTRIBUTORS:
DARYA BADI DAWAKHANA 393, E. R. Road, Pydhonie, Mumbai - 400 003 Ph: 022-2341-1957,
RELAX ENTERPRISES 3416, Bahishti Wada, No.1, Dhule, - 424 001 Ph: 02562-236952

دینی علوم کی تدریس
(ہندستان کے مدارس کا نصاب اور اس کی خصوصیات)

جید اسلامی اسکالر مولانا سیّد جلال الدین عمری کے قلم سے

دینی تعلیم کی اہمیت، دینی تعلیم کے ارتقا، حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے مرتب کردہ نصاب، مدارسِ اسلامیہ میں رائج درسِ نظامی اور مدارس کے دوسرے نصاب تعلیم، تفسیر قرآن مجید، احادیث اور تخصص پر عالمانہ گفتگو اور مدارس دینیہ کے سلسلے میں بدنام زمانہ الزام دہشت گردی کا جامع اور دانشورانہ تجزیہ۔

سائز: ۲۳×۳۶/۱۶ ☆ صفحات: ۲۰ ☆ قیمت: -/12

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز
P.O. Box No. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110025
Ph: 26954341, 26971652 Fax : 26950975, 26947858
E-mail: mmipub@nda.vsnl.net.in Website: www.mmipublishers.net